جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

اگست ۱۹۹۵ء

ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

پانچ قسم کے لوگ

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پانچ قسم کے انسانوں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے تو وہ پانچ چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے

(۱) جو شخص علماء کو حقیر سمجھتا ہے وہ دین کی متاعِ گرانمایہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) جو مالداروں کو ذلیل جانتا ہے وہ دُنیا کی دُھن دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور عیشِ دنیوی سے محروم ہوتا ہے۔

(۳) جو اپنے پڑوسیوں کو بنظرِ حقارت دیکھتا ہے وہ ان فائدوں سے محروم رہتا ہے جو پڑوسیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

(۴) جو رشتہ داروں کی توہین کرتا ہے وہ محبّت کی چاشنی اور دوستی کی خوشگوار لذّتوں سے محروم رہ جاتا ہے

(۵) اور جو اپنی بیوی کو ذلیل سمجھتا ہے وہ عیش و عشرت کی زندگی سے محروم ہوتا ہے اور زندگی اس کے لیے تلخ اور اجیرن ہو جاتی ہے۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۱۱۲، ۱۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! کراچی میں قیام امن کے لیے حین التحریر حکومت اور ایم کیو ایم کے درمیان مذاکرات کے چار دَور ہو چکے ہیں۔ اُمّید کی کوئی کرن تا حال نظر نہیں آئی، آئندہ مذاکرات کے کتنے دَور ہونے ہیں اور کیا نتائج نکلنے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ فریقین کے رویّہ کی بنا پر اچھی توقعات وابستہ بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بات چیت کے ذریعہ کسی بھی قسم کے معاملات کو حل کرنے کا زیادہ مدار فریقین کے حلم ومتانت معاملہ فہمی و موقع شناسی کے ساتھ ساتھ دیانت واخلاص پر ہوتا ہے، لیکن فریقین کے اخباری بیانات اس کے برعکس تاثر دے رہے ہیں جو اچھی علامت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر مورخہ ۲۱ جولائی روزنامہ جنگ میں ایک خبر نظر سے گزری جس کی سُرخیاں ملاحظہ فرمائیں، وزیر داخلہ نے ایم کیو ایم کے وفد کو نظر انداز کر دیا۔ اسلام آباد ایئر پورٹ پر وفد کے ساتھ والے صوفہ پر بیٹھ گئے اور اُن کی طرف پشت کرلی۔ اخبار نویسوں نے اُنھیں وفد کے بارے میں بتایا تو جواب دیا یہ میرے نہیں این ڈی خان کے مہمان ہیں۔ پرواز کا اعلان ہُوا اُن کے سامنے سے گزرنا پڑا اجمل دہلوی کھڑے ہوگئے ...... ریٹائرڈ جنرل نصیر اللہ بابر جو مُلک کے وزیر داخلہ ہونے کے ناطے امن وامان کے براہِ راست ذمّہ دار ہیں۔ کراچی کے معاملات میں اُن کا بھرپور حصّہ ہے مہمان

ٹیم کے پہلے میزبان وہ ہیں بعد میں این ڈی خان وغیرہ۔ اُن کی طرف سے اس قسم کا رویّہ نہ صرف اُن کے منصب کے منافی ہے بلکہ مذاکرات کے عمل کو بھی ناہموار کر سکتا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات میں بھی اس طرزِ عمل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ

جو شخص بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

علاقائی اعتبار سے بھی خان صاحب کا تعلّق جس خطّہ سے ہے وہاں کی مہمان نوازی خان صاحب کے رویّہ کے برعکس خاص روایات کی حامل ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں آپ نے یہ وصیّت فرمائی۔

وَاَجِیزُوا الْوَفدَ بِنَحوِ مَا کُنْتُ اُجِیزُ ھُمْ

وفد کا اسی طرح اکرام کرنا جیسا کہ مَیں نے اُن کا کیا

آج کی اصطلاح میں اس کو پروٹوکول کہا جاتا ہے۔

یعنی اُن کو مکمّل پروٹوکول دو، آپ کی یہ وصیّت مُسلم وفود اور کافر وفود سب کے حق میں ہے جبکہ موجودہ مذاکرات دو مُسلم ہم وطن سیاسی قوّتوں کے درمیان ہیں۔ لہٰذا دونوں فریقوں کے لیے ضروری ہے کہ رواداری و خوش اخلاقی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ جہاں تک ممکن ہو جانبین اپنے اپنے رویّوں میں نرمی پیدا کریں، کیونکہ پہلے ہی سے سخت اور کشیدہ حالات کو سختی مزید سخت ہی کرے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

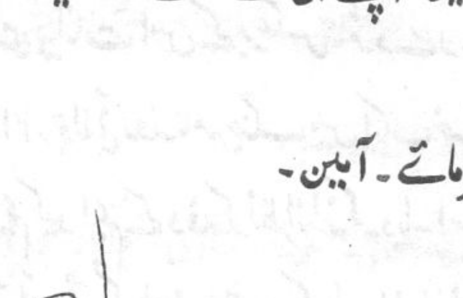

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیرِ الخلقِ کلّھمِ

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارفؒ کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۶ ، ۸۲-۲-۱۱

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اَوْ لَیْلَۃٍ فَاِذَا ھُوَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَکُمَا مِنْ بُیُوْتِکُمَا ھٰذِہِ السَّاعَۃَ قَالَا اَلْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَخْرَجَنِی الَّذِیْ اَخْرَجَکُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَہٗ فَاَتٰی رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا ھُوَ لَیْسَ فِیْ بَیْتِہٖ فَلَمَّا رَاَتْہُ الْمَرْاَۃُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَّاَھْلًا فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ فُلَانٌ فَقَالَتْ ذَھَبَ یَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَحَدٌ اَلْیَوْمَ اَکْرَمَ اَضْیَافًا مِّنِّیْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَھُمْ

بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَ تَمْرٌ وَ رُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَ رَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ"[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم دن یا رات کے وقت (کہیں جانے کے لیے گھر سے نکلے کہ) اچانک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوگئی، آپ نے پُوچھا کہ تم کو کس چیز نے تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور ان دونوں نے عرض کیا کہ بھُوک نے ہمیں گھر سے نکلنے پر مجبور کیا ہے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی اُسی چیز نے (گھر سے) نکالا ہے جس چیز نے تمہیں نکالا ہے، اُٹھو (میرے ساتھ چلو) چنانچہ وہ دونوں اُٹھے اور آپ کے ساتھ ہولیے، پھر آپ ایک انصاری کے گھر پہنچے، مگر وہ اپنے گھر میں موجود نہیں تھے، اُن کی بیوی نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تو کہا خوش آمدید آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے ہیں۔ آپ کا تشریف لانا مُبارک، آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا فلاں شخص (یعنی تمہارے شوہر) کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے کے لیے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری آگئے، اُنھوں نے جب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے دونوں صحابہ (حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ) کو (اپنے گھر میں) دیکھا تو کہنے لگے الحمدللہ! خُدا کا شُکر ہے بزرگ ترمہمانوں کے اعتبار سے آج کے دِن مجھ سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ انصاری گئے اور ان مہمانوں

---

[1] مشکوٰۃ، ص: ۳۶۸۔

کے لیے کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آئے جس میں نیم پختہ اور پختہ اور تر و تازہ (ہر طرح کی) کھجوریں تھیں۔ پھر انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اس میں سے کھا لیجیے اس کے بعد انہوں نے چھری لی اور ایک بکری کو ذبح کرنا چاہا، رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے فرمایا، دودھ والی بکری ذبح کرنے سے اجتناب کرنا چنانچہ انہوں نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہ کے لیے ایک بکری ذبح کی (جب اس کا گوشت پک گیا تو) سب نے اس بکری کا گوشت کھایا، اُس خوشہ سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، اس طرح جب کھانے سے پیٹ بھر گیا تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا تھا، لیکن تم اپنے گھروں کو واپس بھی نہ ہونے پائے تھے کہ (خدا کی طرف سے) تمہیں یہ نعمتیں مرحمت ہوگئیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم گھر میں سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ موجود ہیں، یا فوراً ہی آگئے ہیں۔

آپ نے دریافت فرمایا اس وقت کیسے باہر آئے ہو گھر سے؟ قَالَا الْجُوْعُ انھوں نے عرض کیا کہ بھوک۔ ارشاد فرمایا وَ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاَخْرَجَنِیْ الَّذِیْ اَخْرَجَکُمَا میں بھی اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس لیے باہر آئے تھے کہ کوئی چیز لیں کہیں سے، کوئی آدمی ملے (اس سے یا اور) کسی سے سامان لیں یا پیسے لیں یا جو بھی کچھ ہو، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں میں بھی اسی لیے باہر آیا تھا۔ یہ لوگ بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا چلو کھڑے ہو یہ کھڑے ہوگئے ساتھ چلے گئے آپ انصار میں ایک صحابی تھے ان کے یہاں تشریف لے گئے وہاں جاکر دیکھا تو وہ گھر میں نہیں تھے۔ اُن کی بیوی نے دیکھا تو اُس نے مَرْحَبًا وَّاَهْلًا کہا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا اُس کے شوہر کے بارے میں کہ وہ کہاں ہیں؟ اُن کے بارے میں آتا ہے کہ یہ ابوالہیثم بن التَّیِّھَانُ تھے۔

اصحاب بدر میں یعنی جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں (اُن) بدری حضرات میں سے تھے۔

وہ عرض کرنے لگی کہ پانی لینے گئے ہیں، میٹھا پانی، ویسے تو پانی مل جاتا تھا گھروں میں بھی ہوتا تھا، لیکن میٹھا پانی تو لانا پڑتا تھا، اتنے ہی میں وہ انصاری جو گئے تھے پانی لینے وہ بھی آگئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صاحبین کو دیکھا تو انھوں نے الحمد للہ کہا، شکر خدا کا ادا کیا کہ آپ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور بہت قریبی حضرات میں اور بہت پختہ ایمان والے لوگوں میں سے ہیں وہ کہنے لگے کہ آج میرے پاس آنے والے (مہمانوں) کے سے عمدہ (مہمان) کسی کے پاس بھی نہیں گئے ہوں گے آپ آئے ہیں حضرت ابوبکرؓ آئے ہیں حضرت عمرؓ آئے ہیں۔

قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَ هُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَ تَمْرٌ وَرُطَبٌ وہ ایک خوشہ لے آئے اس میں تھیں کھجوریں تازہ کھجوریں بھی تھیں کچھ بالکل پک چکی تھیں وہ تھیں اور کچھ اَدھ کچری تھیں۔ کچھ پکی ہوئی کچھ کچی، وہ بھی کھائی جاتی ہیں۔ اُن کا بھی ایک خاص ذائقہ ہوتا ہے۔ استعمال میں آتی ہیں شوق سے لوگ کھاتے ہیں، وہ ایک خوشہ لے آئے اور وہ پیش کر دیا اور اُنھوں نے کہا کہ آپ یہ تناول فرمایئے اور پھر وہ چھری اُٹھانے لگے کہ جانور ذبح کر کے کھانا تیّار کیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب دیکھا کہ یہ چھری لے کر کہیں جا رہے ہیں تو پھر فرمایا، دودھ دینے والا جانور نہ ذبح کرنا تو اُنھوں نے دوسری بکری ذبح کر کے گوشت پکایا اور پھر کھانا پیش کیا اس کے بعد پانی ٹھنڈا یا میٹھا وہ دیا ان حضرات نے ان کے کھلانے پلانے کو ایسا نہیں سمجھا جیسے کسی اور کے گھر جاتے ہوں یہ انتہائی قُرب اور محبّت کی دلیل ہے۔ تقریباً جیسے رشتے دار ہوں جیسے محرم راز ہوں ایسے۔

ان حضرات نے کھانا کھالیا، پانی پی لیا۔ سیر ہو گئے تو پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُسْئَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یہ جو تم نے انعام ——— کھایا یہ جو نعمت ہے خُدا کی اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا کہ میں نے تمہیں یہ نعمت دی تھی تم نے اس پر میرا شکر کیا یا نہیں کیا یہ بھی سوال ہوگا تو اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ بھوک کی وجہ سے تم گھروں سے نکلے ہو لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ پھر تم واپس نہیں لوٹنے پائے تھے کہ تمہیں یہ نعمت خداوند کریم نے دے دی تو لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ

جو آیت آتی ہے اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی ایک نعمت ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھانے پینے کے آداب میں یہ بتلایا ہے کہ رزق دینے والا کھلانے والا اللہ تعالیٰ کو سمجھنا چاہیے، اور جانتے سب مسلمان ہیں کہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے لیکن اس میں یہ تعلیم ہو گئی کہ اُدھر توجہ رکھنی چاہیے اُس طرف خیال رکھنا چاہیے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شکر کے مختلف کلمات تعلیم فرمائے ہیں۔ یہ کلمات کہہ لیے جائیں یہ کہہ لیے جائیں۔ یہ کہہ لیے جائیں۔

اور دوسرے اس کے اندر مزید بات یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے پاس کوئی چیز رکھا ہی نہیں کرتے تھے۔ اپنا حصّہ آتا تھا، روپیہ آتا تھا کچھ آتا تھا، وہ سب خود دے دیتے تھے اور جو خصوصی صحابہ کرام ہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہے اور قرآن پاک میں بھی انصار کے بارے میں تعریف آئی ہے۔ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْکَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ

اپنے اُوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود کو شدید ضرورت ہو، پھر بھی دوسرے کو ترجیح دے دیتے ہیں اپنے اُوپر ترجیح دینے کی وجہ سے یہ حال ہو جایا کرتا تھا، دوسروں کو دینے کی وجہ سے یہ حال ہو جایا کرتا تھا، اور اگر غور کریں تو سب کے پاس جو تھا وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیا ہوا تھا، تو آپ کا ایسی بے تکلّفی کے ساتھ چلے جانا یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں وہ صحابی خاص تھے اور ان کی بہت بڑی فضیلت تھی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اس طرح رہنا کہ گھر میں کچھ بھی نہیں۔ صحابہ کا رہنا جو خصوصی صحابہ ہیں حضرت ابوبکر حضرت عمر گھر میں کچھ بھی نہیں یہ اس وجہ سے تھا کہ اپنے پاس رکھتے نہیں تھے یہ نہیں تھا کہ اُن کے پاس آتا نہیں تھا آتا تھا تو رکھتے نہیں تھے بالکل، سب دے کر تقسیم کر دیتے تھے ختم کر دیتے تھے تو اس میں رہن سہن کے بھی آداب ہیں، اس میں یہ بھی تعلیم ہے کہ دوسروں کو ترجیح دینی چاہیے اپنے اُوپر۔ اور ترجیح بھی اس درجے کی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت تو یہ ہے مال کے بارے میں کہ مال اپنے پاس اپنے ساتھ جمع رکھا ہی کبھی نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی اس سے یہی سبق سمجھے تھے کہ اپنے پاس روپیہ پیسہ رکھنا ہی نہیں چاہیے جو ہو خرچ کر دے، چنانچہ ان میں شدّت تھی۔ ان کے مزاج میں ایک دفعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے فرما

(باقی صہ ۳۲ پر)

(قسط: ۳۵)

اخلاص وللّٰہیت کی اِنتہا

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؐ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
"سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

جو آپ کے کام آئے وہ بہتر ہے اس سے جو ہمارے پاس رہے۔

وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی

یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا۔ (سورۃ ۵۹ حشر آیت ۹)

محبّت کرتے ہیں اُن سے جو وطن چھوڑ کر آئے اِن کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دِلوں میں کوئی رشک اس سے جو دیا جائے مہاجرین کو۔

؁۴ھ میں قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شہید کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ وہ کامیاب نہیں ہُوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا مگر ظاہر ہے اُن کے اس منصوبہ سے وہ معاہدہ ختم ہوگیا جو بقاء باہم کے متعلّق ؁۱ ہجری میں ہُوا تھا (تفصیل آگے آئے گی)۔ لامحالہ اُن کو وہ سزا دی گئی جو از روئے معاہدہ لازم تھی۔ یعنی ان کو اس علاقہ سے خارج کر دیا گیا۔ ان کی جائدادیں اسلامی محروسہ میں داخل ہُوئیں۔

چونکہ یہ علاقہ جنگ کے بغیر قبضہ میں آیا تھا تو اس کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا گیا بلکہ وحیٔ الٰہی نے[۱] اس کو خاص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حق قرار دیا[۲]۔

---

۱ سورۃ ۵۹ الحشر آیت ۶۔ ۲ اس وقت تک مملکت کی ضرورتیں بھی غیر معمولی تھیں کہ ایک مملکت کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اور حضرات مہاجرین و انصار میں اگرچہ ایسے صاحب استطاعت بھی تھے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسول اللہ رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے سب سے پہلے حضرات صحابہ کی مشکلات تھیں آپ نے حضراتِ انصار کو جمع فرما کر استصواب فرمایا کہ اس علاقہ کی اراضی انصار اور مہاجرین دونوں کو دی جائیں یا صرف حضراتِ مہاجرین کو دی جائیں تاکہ وہ حضرات انصار کی جائدادیں واپس کر دیں اور اُن کے مکانات خالی کر دیں؟

ارشاد گرامی کا جواب دینے کے لیے قبیلہ اَوس اور خزرج کے دونوں سردار سعد بن عبادہ (خزرج) سعد بن معاذ (اوس) کھڑے ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ آپ تقسیم فرمائیں حضرات مہاجرین کو تقسیم فرمادیں۔ ہمیں نہ اپنے مکانات کی ضرورت ہے نہ جائیدادوں کی۔ بلکہ ہم بہت خوش ہوں گے اگر ہماری جائیدادوں اور ملکیتوں میں سے کچھ اور ان مہاجرین کو عنایت فرمادیں، جو راہِ خدا میں وطن سے بے وطن ہوئے، گھروں سے اُجڑے جائیدادوں سے محروم ہوئے۔

آن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ حوصلہ مندانہ جواب سُنا تو مطمئن ہوئے اور دُعا دی:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ[1] اور بعض دوسری روایتوں میں تیسرا لفظ اَبْنَاءَ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ بھی ہے۔

اب آپ نے اس علاقہ کا ایک حصّہ حضرات مہاجرین کو عنایت فرمایا۔ حضرات انصار میں سے دو صاحب بہت ضرورت مند تھے۔ حضرت ابودجانہ اور حضرت سہل بن حنیف ان کو کچھ جائیداد عطا فرمائی باقی علاقہ اپنے پاس رکھا، جس میں آن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے کاشت[2] ہوتی تھی اور

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو ضروریات زندگی فراہم کرسکتے تھے، مگر کچھ ایسے تہی دست بھی تھے کہ فاقہ کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں تھا تو اگر یہ جائیداد مجاہدین پر مساویانہ تقسیم کر دی جاتی تو نہ مملکت کی بُنیادی ضرورتیں پُوری ہوسکتی تھیں، نہ فاقہ زدہ انصار و مہاجرین کو قابلِ اعتماد امداد مِل سکتی تھی۔ اب قرآن پاک کے الفاظ میں ان جائیدادوں پر آن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تسلّط تسلیم کرایا گیا۔ ولٰکن اللہ یسلّط رسلہ علیٰ من یشاء (حشر آیت ۶) (یعنی تمام جائیداد پر آپ کا اختیار تمیزی تسلیم کیا گیا تو آپ نے مساویانہ تقسیم کے بجائے ایسا بندوبست فرمایا کہ افراد کی ضرورتیں بھی پُوری ہوئیں اور جماعت کی اقتصادی اور جنگی ضرورتوں کو بھی مدد مل سکی واللہ اعلم۔

[1] اے اللہ رحم فرما انصار پر اور انصار کی اولاد پر

[2] السیرۃ الحلبیہ، ص: ۲۹۷، ج ۲۔

اس کی آمدنی میں سے ازواجِ مطہرات کا نفقہ ادا فرماتے تھے۔ باقی تمام آمدنی مسلمانوں کی جماعتی[1] اور انفرادی خصوصًا جہاد کی ضرورتوں میں صرف کر دیتے تھے۔

بہرحال حضرات انصار نے نہ صرف یہ کہ اس جائیداد میں حصّہ لینے سے معذرت کر دی بلکہ اپنی باقی جائیدادوں کے متعلق بھی پیشکش کر دی۔ یہ ہے ایک عملی مثال اس بلندی حوصلہ اور وسعتِ قلب کی، جس کو زیب عنوان آیت میں سراہا گیا ہے۔

چند سال بعد بحرین کا علاقہ محروسہ اسلامیہ میں داخل ہوا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چاہا کہ حضراتِ انصار کو کچھ جاگیریں عطا فرما دیں، مگر حضراتِ انصار نے اُن کے لینے سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ بضد ہو گئے کہ جتنی جاگیریں ہمیں عطا فرمائی ہیں اتنی ہی حضرات مہاجرین کو بھی عنایت فرما دیں اتنی گنجائش نہیں تھی۔ ارشاد ہوا۔

اَمّا لا فاصبروا حتّی تلقونی انه سیصیبکم اثرة (بخاری شریف ص ۵۳۵)

اگر آپ صاحبان منظور نہیں کرتے تو صبر سے کام لو یہاں تک کہ تم (حوضِ کوثر پر) مجھ سے ملوگے (یعنی اس ایثار کے جواب میں ایثار نہیں ہوگا) بلکہ تمہیں ترجیحات سے واسطہ پڑے گا کہ دوسروں کو تم پر مقدم رکھا جائے گا۔ تمہارے حقوق کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔

اَسماء گرامی برادرانِ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم

رجسٹروں کو اس وقت توفیق نہیں ہوئی تھی کہ حضرات صحابہ کے اسماء گرامی اپنے صفحات میں محفوظ کریں اور بھائی بننے والوں کو لکھاوٹ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ تاہم راوی حضرات کے سینوں نے جو نام محفوظ رکھے عیون الاثر فتح الباری وسیرۃ ابن ہشام کے حوالہ سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

حضرات انصار	حضرات مہاجرین	حضرات انصار	حضرات مہاجرین
عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ	حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ	ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ

[1] فیجعله مَجعَلَ مالِ اللہ بخاری شریف ص ۵۷۵ و ص ۸۰۷ وغیرہ فی السلاح والسکراع عُدَّۃً فی سبیل اللہ (ص۹۵۷ بخاری شریف و قسطلانی)

حضرات مہاجرین	حضرات انصار	حضرات مہاجرین	حضرات انصار
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	ابو مرثد رضی اللہ عنہ	عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ	عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	سلام بن سلام بن وقش رضی اللہ عنہ	ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ	سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ	عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ	ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ
طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	طفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ	سفیان نسر خزرجی رضی اللہ عنہ
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ	صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ	رافع بن معلّیٰ رضی اللہ عنہ
ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ	عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ	مقداد رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	ذوالشمالین رضی اللہ عنہ	یزید بن الحارث رضی اللہ عنہ
ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ	ارقم رضی اللہ عنہ	طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ
سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ	ابوالدرداء عویمر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ	معن بن عدی رضی اللہ عنہ
بلال رضی اللہ عنہ	ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ	عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ	سعد بن زید رضی اللہ عنہ
عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ	بشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ	عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ	مجذر بن دماء رضی اللہ عنہ
خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ	منذر بن محمد رضی اللہ عنہ	عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ	حارث بن صمّہ رضی اللہ عنہ
سبرہ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ	عبادہ بن الخشخاش رضی اللہ عنہ	مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہم
مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ	زید بن المزین رضی اللہ عنہ		

مواخات قبل ہجرت

تعاون و تناصر اور افادہ و استفادہ کی ضرورت جیسی مدینہ طیبہ میں تھی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں بھی تھی، کیونکہ اس سے بے سہاروں کو سہارا مل جاتا تھا اور بے پناہوں کو پناہ، چنانچہ بقول علامہ حافظ ابن عبدالبر ۔ مکہ میں بھی رشتۂ اخوت مواخات کے ذریعہ مضبوط کیا گیا تھا ۔ یہ برادران

مہاجرین ۱۸ تھے۔ اُن کے مُبارک اسماء گرامی سے اس صفحہ کو آراستہ کیا جا رہا ہے۔

① سیّدنا و مولانا محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم	حضرت علی کرم اللہ وجہہ
② ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ	عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
③ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
④ حمزہ رضی اللہ عنہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
⑤ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
⑥ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
⑦ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
⑧ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ	سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
⑨ سعید بن زید رضی اللہ عنہ	طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

(ماخوذ از عیون الاثر، ص: ۱۹۹، ج: ۱ حافظ ابن سیّد الناس)

مسجد اور حجرات کی تعمیر اور مواخات پر دوبارہ نظر

اقتصادی تعمیر، بُنیادی نظریہ۔ طریقۂ تعمیر اور دورِ حاضر کی اقتصادی تحریکات

محمد رسُول اللہ (فداہ روحی) صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرات مہاجرین جو مسجد کی اور پھر حجروں (ازواج مطہرات کے بیوت) کی تعمیر کر رہے ہیں اُس شہر کے رہنے والے ہیں جو ملکِ عرب کا مرکزی شہر ہے، جو اپنے تمدّن میں دُنیا کے متمدن شہروں سے پیچھے نہیں ہے جس کی آبادی باقاعدہ ہے۔ مختلف محلّوں میں بٹی ہُوئی۔ بیچ میں سڑکیں، بازار پُر رونق۔ مکانات پُختہ۔ ہر طرح کی آرائش سے آراستہ ایک مکان وہ بھی ہے جس کو "دار القواریر"[1] کہا جاتا تھا (شیش محل) آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے مہاجر رفقاء نے اُنھیں محلوں میں پرورش پائی تھی، انہیں گلیوں اور کوچوں میں کھیلے تھے۔ انہیں سڑکوں پر دوڑے اور چلے تھے۔ پھر تاجر بن کر انہیں بازاروں میں خرید و فروخت کرتے رہے تھے۔

دار الہجرت (مدینہ طیّبہ) میں جب یہ حضرات خود مزدور اور معمار بن کر کچّی اینٹوں۔ چھوٹے بڑے

---

[1] معجم البلدان

ناہموار پتھروں، کھجور کی ٹٹیوں اور کھجور کے پٹھوں اور پتّوں سے مسجدِ مُبارک اور حجروں کی تعمیر کر رہے تھے، تو اپنے خاندانی مکانات اور مکّہ کے محلّات کا نقشہ اُن کے ذہنوں سے محو نہیں ہُوا تھا۔

نبوّت کے ابتدائی تین سال میں جو تربیت دی گئی تھی اس کا نصاب اور طریقۂ تربیت پہلے گزر چکا ہے۔ یہ تربیت صرف تین سال تک ہی نہیں رہی بلکہ قیامِ مکّہ کی پُوری مُدّت میں اس کا سلسلہ جاری رہا اور وہ رنگ جو پہلے تین سال میں کِھلا تھا وہ پُختہ اور زیادہ پُختہ ہوتا رہا۔

بلاشُبہ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ تمدّن کے تمام نقشوں کو چھوڑ کر جفاکش زاہدانہ اور درویشانہ زندگی کا نقشہ جمایا جا رہا ہے۔

مگر قرآن پاک میں حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد تو یہ ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(سورۃ ۷ الاعراف آیت ۳۲)

تو کہہ کس نے منع کیا ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُس نے اپنے بندوں کے واسطے اور سُتھری چیزیں کھانے کی۔ تو کہہ وہ ہے ایمان والوں کے واسطے دُنیا کی زندگی میں نری (مخصوص طور پر) اُن کی ہیں قیامت کے دِن۔ (الاعراف آیت ۳۲)

پھر زینت سے یہ اجتناب کیوں؟

آپ کو فراموش نہ ہونا چاہیے کہ حضرات صحابہ نے اس دَور کو تعمیرِ ملّت کا دَورِ اوّل قرار دیا تھا۔ چنانچہ اسی سال کو اسلامی سنہ (سنہ ہجری کا پہلا سال) مانا گیا۔ کلام الٰہی نے بھی "مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ"[1] کا لفظ استعمال کرکے صحابہ کرام کے اس تخیل کی تائید فرمائی۔

آج ہر طرف پس ماندہ قوموں کو ترقی دینے کا شور ہے، لیکن جب اُن کی ہمدردی کے دعوے دار سیاسی رہنما مساوات اور سوشلزم کا نام لے کر کہتے ہیں "معیارِ زندگی بلند کرو" تو مسجدِ مُبارک اور تعمیر حجرات کا سادہ نقشہ خاموشی سے اشارہ کرتا ہے کہ قوم کی تعمیر ایسے نعرے سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس طرح کے عمل سے ہوتی ہے۔ ہمدردی یہ نہیں کہ آپ اپنی کوٹھی کی سب سے اُونچی منزل پر رونق افروز ہو کر خاک نشین

---

[1] لمسجد اُسس علی التقوٰی من اوّل یوم (سورہ توبہ)

غریبوں کو حکم دے دیں کہ ایسی ہی کوٹھی تم بھی بناؤ تاکہ مساوات اور برابری رونما ہو، اس کو ہمدردی نہیں کہا جاسکتا یہ ستم ظریفی ہے، اس نعرے سے آپ اپنے کردار کو مشتبہ کر دیتے ہیں کہ آپ اس نمائشی نعرے سے غریبوں کو سبز باغ دکھا کر اپنی عیش پرستی کے لیے وجہ[1] جواز نکالتے ہیں۔

ہمدردی یہ ہے کہ آپ قصرِ معلّیٰ کی سطح بالا سے نیچے اُتریں۔ غریبوں کی ٹوٹی چٹائی پر اُن کے برابر بیٹھیں، پھر اُن کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں۔ یعنی پہلا مرحلہ یہ ہے کہ بلند کرنے کے بجائے آپ معیارِ زندگی کو برابر کریں۔ سیرتِ مبارکہ کا ایک روشن باب یہ ہے کہ آپؐ نے اقتصادی تعمیر و ترقّی کے لیے یہی اسلوب اختیار فرمایا۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ٹٹیوں کا تھا۔ ٹٹیوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم غزوۂ دومۃ الجندل میں تشریف لے گئے تو حضرت اُم سلمہؓ نے اس غیبوبت میں حجرے کی دیواریں کچی اینٹوں کی بنوالیں۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم غزوہ سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے انہی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دریافت کیا یہ تعمیر کیسی۔ حضرت اُم سلمہؓ نے معذرت کی کہ دیوار اس لیے بنوا لی ہے کہ پردہ ہوجائے۔ کسی کی نظر نہ پڑسکے۔ فرمایا۔ اُم سلمہ۔ مال کا بدترین[2] مصرف یہ تعمیر[3] ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آپ نے (صلّی اللہ علیہ وسلّم) عذر قبول فرمایا، مگر اس عمل کی تائید اور حمایت نہیں فرمائی جس سے ایک امتیاز پیدا ہو رہا تھا۔

(۲) اسی دَور کا یہ واقعہ ہے کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک راستے کے کنارے پر ایک مکان دیکھا جو حال میں تعمیر ہُوا تھا۔ اس کا پھاٹک شاندار بنایا گیا تھا اور پھاٹک پر قبہ نما محراب بھی رکھی گئی تھی۔ دریافت فرمایا یہ مکان کس کا ہے۔ ایک انصاری کا نام بتایا گیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خاموش ہو گئے۔ اگلے روز یہ انصاری دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو خلافِ معمول آقاء دو جہان (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا رُخ پلٹا ہُوا پایا۔ حاضرین مجلس سے

---

[1] یعنی جب معیارِ زندگی بلند کرنا نصب العین قرار دیا گیا تو جس کا معیار بلند ہوگیا ہے وہ قابلِ اعتراض نہیں گویا وہ منزل پر پہلے پہنچ گیا ہے۔ [2] یعنی کرایہ کے لیے مکانات بنوانا بھی ایک قسم کی زمینداری ہے جو پسند نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

[3] طبقات ابن سعد، ص: ۱۸۱، ج: ۲، (الجزء الاوّل من القسم الثانی۔

اس بے التفاتی کی وجہ معلوم کی، تو کوئی خاص سبب کسی کو بھی معلوم نہیں تھا، البتہ کل کے واقعہ کا تذکرہ کیا گیا کہ جب حضرت والا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کے مکان کی طرف سے گزرے تھے تو قبّہ دار پھاٹک کو دیکھ کر دریافت فرمایا تھا کہ یہ پھاٹک کس کا ہے۔ انصاری جاں نثار نے یہ بات سُنی۔ واپس مکان پر پہنچے اور پُورے پھاٹک کو منہدم کرا کر زمین کی برابر کر دیا[1]۔

(۳) یمن کا ایک قبیلہ بنواشعر تھا۔ اس قبیلہ کے جو خاندان مُسلمان ہوگئے تھے۔ وہ مدینہ میں رہتے تھے اور فوجی خدمات (جہاد) میں حصّہ لیا کرتے تھے۔ ہر ایک خاندان اپنے آمد و خرچ کا خود ذمّہ دار تھا، لیکن اُن کا یہ بھی دستور تھا کہ اگر کسی کی آمدنی میں کمی ہو جاتی، (مثلاً موسم کے ختم پر نئی فصل سے پہلے تنگی ہو جاتی یا سفر میں کسی کا توشہ ختم ہو جاتا) تو ایسا کرتے تھے کہ تمام خاندانوں میں جس کے یہاں جو کچھ غلّہ یا توشہ ہوتا وہ سب ایک جگہ اکٹھا کر لیتے تھے، پھر سب کو برابر تقسیم کر دیتے یہ آپس کی ہمدردی اور باہمی اتفاق کی صُورت آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اتنی پسند تھی کہ مجمع میں اس کی تعریف فرماتے ہوئے یہاں تک فرماتے۔

هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ وہ میرے ہیں میں اُن کا (بخاری شریف ص: ۳۳۸)

(۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سَب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُن سے بہت زیادہ تعلّق خاطر تھا۔ جب آپؐ سفر پر تشریف لے جاتے تو سَب سے آخر میں اُن سے رُخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو سَب سے پہلے اُن کے یہاں تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپؐ سفر سے واپس ہوئے اور حسبِ معمول اُن کے یہاں تشریف لے گئے مگر حجرہ (کمرہ) کے اندر نہیں

---

[1] اخلاص کی انتہا یہ ہے کہ منہدم کر دینے کی اطلاع بھی نہیں دی کچھ دنوں بعد جب دوبارہ اس طرف سے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا گزر ہُوا تو خود آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس پھاٹک کا نام و نشان بھی نہیں تھا تب آپ نے فرمایا اما ان کل بناء وبال علی صاحبه الا مالا۔ الا مالا۔ الا مالا۔ ہر ایک تعمیر اس کے بانی کے حق میں وبال ہے مگر وہ جو ضروری ہو، بہت ضروری ہو جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ [2] ابوداؤد شریف باب فی البناء ص: ۳۶۴، ج: ۲، مجتبائی

داخل ہوتے، دروازہ سے ہی واپس تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس مرتبہ نئی بات یہ کی تھی کہ حجرے کے دروازے پر کپڑے کا پردہ آراستہ کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہیں تھے۔ واپس ہوئے تو حضرت فاطمہ غمگین بیٹھی تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ غمگین اس لیے ہیں کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تھے اور خلاف معمول باہر سے ہی واپس ہو گئے تو خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر کبیدگی کا سبب دریافت کیا، ارشاد ہوا۔ "دروازہ پر کپڑے کا پردہ سجا رکھا ہے۔ مجھے ایسے تکلّفات سے کیا واسطہ"۔

اَب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراضگی کا سبب معلوم ہوا تو معافی چاہی اور عرض کیا جو حکم ہو اس کی تعمیل کروں۔

آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک غریب عیال دار کا نام لیا اور فرمایا کہ یہ کپڑا اُن کے یہاں پہنچا دو[1]۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت اسماء بنت یزید وغیرہما کی روایت ہے کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عورتوں کو سونے کے زیورات سے منع کیا۔ یہاں تک فرما دیا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے محبوب کو آگ کا کنگن پہنائے وہ اس کو سونے کا کنگن پہنا دے[2]۔

علماء کا اتّفاق ہے کہ یہ ممانعت ابتداء میں تھی اس کے بعد عورتوں کو سونے کے زیورات کی اجازت دی گئی، البتّہ یہ ضروری قرار دیا گیا کہ ہر سال ان کی زکوٰۃ بلا ناغہ پوری پوری ادا ہوتی رہے۔

"انوارِ مدینہ" میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

---

[1] ابو داؤد شریف باب فی اتخاذ الستور

[2] ابو داؤد شریف باب ماجاء فی الذہب للنساء ص: ۲۳۰، ج: ۲ مجتبائی۔

تقریر افریقہ
مؤرخہ ۔۔۔۔

(قسط ۲، آخری)

ادارہ انوارِ مدینہ کی جانب سے رسالہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متوسلین و خدام سے اپیل ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت کی تقاریر ہوں تو ادارہ کو ارسال فرماکر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

تکبّر اور فساد

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

لوگوں میں فساد پھیلانا

اسی طرح سے دوسری چیز اللہ تعالیٰ کو نہایت مبغوض ہے وہ یہ کہ لوگوں میں فساد کرانا، لوگوں میں لڑائی ڈلوانا، مال کو عزت کو راحت کو لوگوں کی اُٹھانا، بعضے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اُن کو چین ہی جب پڑتا ہے کہ جب لوگوں میں فساد ڈلوایا جائے لڑوایا جائے۔ گالی گلوچ کرایا جائے، نقصان کرایا جائے۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بڑے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے کبائر کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بڑا گناہ شرک کرنا ہے خُدا کے شریک کسی کو بنانا ہے اور عقوقِ والدین والدین کی نافرمانی کرنا بڑا گناہ ہے کبائر میں سے ہے۔

والدین کے حقوق

والدین کا ماں باپ کا اللہ تعالیٰ نے بڑا حق ذکر کیا ہے اپنے حق کے بعد اور اپنے رسول کے حق کے بعد اللہ تعالیٰ ماں باپ کا حق ذکر فرماتا ہے اور بہت تاکید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نہیں دو جگہ نہیں قرآن میں مختلف مقامات میں ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور اُن کی ہر قسم کی رضا جوئی کرنا اس کا حکم فرمایا ہے۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا جب تک ماں باپ جوان ہوں قوی ہوں جب تک تو بچے ڈرتے ہیں اگر کوئی بچہ نافرمانی کرے گا تو باپ چپت مار دے گا۔ اس کو ذلیل کرے گا۔ گالی دے گا، لیکن جب ماں باپ بڈھے ہوجائیں تب ایسا

ہوتا ہے بیٹا اور بیٹی نافرمانی کرتے ہیں ۔ بات بات پر ٹوکتے ہیں اُن کو ستاتے ہیں ۔

تین شخص نہایت بدنصیب ہیں

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں تین شخص نہایت زیادہ بدنصیب ہیں ۔

ایک وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے دونوں ماں باپ کو یا دونوں میں سے ایک کو پایا اور اُنکی دعاؤں سے محرومی اُن کی فرمانبرداری نہ کرنیکی وجہ سے جنّت میں نہ جا سکا وہ نہایت زیادہ بدنصیب ہے۔ ماں باپ کی خدمت گزاری کرنا ان کی تابعداری کرنا خداوند کریم کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رمضان کی ہر رات میں بے شمار لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے حکم دیتا ہے کہ اُن کو جنّت میں داخل کیا جائے۔

دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور پھر جنّت میں داخل نہ ہُوا۔

رمضان انتہائی برکت والا مہینہ ہے

رمضان کا مہینہ نہایت برکت کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نہایت زیادہ اُترتی ہے، ہر رات میں اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور آخری رات میں جو عید کی رات ہے اتنے آدمیوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جتنے کہ تمام رمضان میں آزاد کیے تھے، رمضان کے روزے رکھنا رات کو جاگنا قرآن کا پڑھنا تراویح کا پڑھنا، خدا کی عبادت کرنا یہ باعث ہے جنّت کے حاصل کرنے کا تو جو لوگ رمضان میں عبادت کرتے ہیں، اللہ کے حکم پر چلتے' روزہ رکھتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، راتوں کو تہجد اور تراویح وغیرہ پڑھتے ہیں ۔ وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔

. جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ جنّت کے دروازوں کو کھول دو اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دو جو زیادہ تر شریر شیطان ہیں ان کو سب کو قید خانے میں زنجیروں میں جکڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دی جاتی ہے اعلان کیا جاتا ہے۔

يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ

اے خیر کے چاہنے والے آگے بڑھ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کر اور جو بُرائی کے کرنے والے ہیں فسق وفجور پر عمل کرنے والے ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ تم رُک جاؤ۔

لِلّٰہِ عُتَقَاءُ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ بہت سے خُدا کے بندے ہر رات میں رمضان کی دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں۔ بہت خیر اور برکت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ رمضان کے اندر بڑی وسعت کے ساتھ کھول دیا جاتا ہے۔

دُنیا میں اس کی مثال

اور آپ نے دیکھا ہوگا، ہمیں یاد ہے کہ امیروں کے یہاں بعض خوشی کا دن آتا ہے کوئی بچہ پیدا ہُوا یا کسی کی شادی ہے یا اور کوئی خوشی کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت میں خزانہ کھول دیا جاتا ہے اور بہت تقسیم کیا جاتا ہے۔ غریبوں کو، بیواؤں کو، یتیموں کو سب کو دیا جاتا ہے۔ دُنیا کے بادشاہوں اور نوابوں کے یہاں راجاؤں کے یہاں خوشی کے دن اس طرح سے خزانہ کھول دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کے ایّام میں اور خصوصاً اخیر عشرہ میں بلیسویں تاریخ سے اخیر تک اور بالآخر شب قدر کی راتوں میں ایسا خزانہ کھولا جاتا ہے۔ جس کی حد و نہایت نہیں، بندوں کے اوپر انتہائی رحمت اور شفقت ہوتی ہے، مگر وہی شخص انتہائی شفقت کا مستحق ہوگا جو دربار میں اللہ تعالیٰ کے حاضر ہوگا جیسے دُنیا کے اندر نوابوں نے بادشاہوں نے خزانہ تقسیم کیا تو جو شخص خزانہ مانگنے کے واسطے لینے کے واسطے جاتے گا اُس کو ملے گا مگر جو اپنے گھر میں بیٹھا ہُوا ہو کچھ پروا نہیں کرتا بادشاہ کے دروازے پر حاضر نہیں ہوتا اُس کو کچھ بھی نہیں ملتا۔

اللہ کے دَر پر حاضر ہونے والے کو ملے گا اور جو نہیں جائے گا محروم رہے گا

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو خدا کی عبادت کے اندر کوتاہی کرتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ ہے پان کھائے ہُوئے، چائے پیتے ہُوئے ہوٹلوں کے اندر جاکر کے روزہ پیتے ہیں اور خُدا کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو رحمت کا استحقاق نہیں اس واسطے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر جنّت میں داخل نہ ہو وہ شخص انتہائی درجہ کا بدنصیب ہے۔

دُرود شریف پڑھنے کی اہمیّت اور نہ پڑھنے کا وبال

تیسرا وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نام ذکر کیا گیا۔ اسم گرامی آپ کا ذکر کیا گیا، مگر اس نے آپ پر دُرود نہ بھیجا۔

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جب میرا نام سُنو تو مجھ پر دُرود بھیجا کرو

یہ آپ کا حکم نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ اللہ تعالیٰ کا حکم سناتے ہیں۔ اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ" وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اُس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا وہ نہایت درجہ کا بخیل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ذریعے سے یہ حکم نازل کیا گیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جس شخص نے بھی تم پر ایک دفعہ درود بھیجا میں دس رحمتیں اس کے اُوپر اُتاروں گا۔

تو اگر کسی شخص کے سامنے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نام ذکر کیا گیا اور اس نے درود نہ پڑھا تو فرماتے ہیں کہ وہ انتہائی درجے کا بدنصیب ہے۔

اسلام میں احترام والدین کی تاکید

تو بھائیو تذکرہ تو اس کا ہو رہا تھا کہ والدین، اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہمارے زمانے میں بہت کم ہو گیا اَب ہمارے نوجوانوں میں مردوں میں اور عورتوں میں وہ وبا زیادہ عام ہوتی چلی جاتی ہے کہ ماں باپ کا حکم نہیں مانتے، اُن کی خدمت نہیں کرتے، اُن کی اطاعت نہیں کرتے، اُن کو خوش نہیں رکھتے برابر ستاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔ جواب دیتے ہیں۔ گھر سے نکل کر بھاگ جاتے ہیں۔ طرح طرح کی ذلّتیں اُٹھاتے ہیں، جناب باری سبحانہٗ وتعالیٰ بڑی سخت تاکید کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا اگر دونوں ماں باپ یا ایک ان میں سے بڈھے ہو جائیں ضعیف ہو جائیں تمہیں نافرمانی سے نکالنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں کبھی اُف کا کلمہ بھی اُن کے سامنے مت کہو، اُف کا کلمہ عربی کلمہ ہے۔ جب آدمی کسی چیز سے گھبرا جاتا ہے اُکتا جاتا ہے تو کہتا ہے اُف، تو ماں باپ کے حکم کا جواب دینا، ان کی تحقیر کرنا تو درکنار اگر وہ کسی بات کو کہیں تو اپنے اُکتانے کو اپنے گھبرانے کو بھی ظاہر مت کرو۔ وَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا کبھی ماں باپ کو ٹوکنا مت اُن کی بات کا سختی سے جواب نہ دینا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا اُن سے نہایت عزّت اور شرافت کی باتیں کیا کرو نرمی کی باتیں کرو۔

تو بھائی! یہ بہت بڑا کبیرہ ہے، بہت بڑا گناہ ہے میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اس لیے کہ جس مقصد کی طرف میں آپ کو توجّہ دلانا چاہتا ہوں اس سے دُور پڑ جاؤں گا۔ درمیان

ہیں اس کا تذکرہ آیا تو مَیں نے یہ تین چیزیں آپ کے سامنے عرض کیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ تین شخصوں سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے، ایک وہ شخص جس نے رمضان کا مُبارک مہینہ پایا پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہوئی دوسرے وہ شخص جس نے اپنے دونوں ماں باپ کو یا ایک کو زندہ پایا اور اُن کی خدمت گزاری اُن کی دُعاؤں ان کی شفقتوں (سے محرومی) کی وجہ سے جنت میں نہ گیا، ماں باپ کی دُعا اولاد کے واسطے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ اس طرح سے نفع دیتی ہے اولاد کو ہر قسم کی مصیبتوں کے دُور کرنے کے واسطے ہر قسم کی ترقی کے واسطے جیسے چھوٹے درختوں کے لیے پودوں کے لیے پانی باعث زندگی کا ہوتا ہے۔ بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کی دُعائیں اولاد کے واسطے بہت زیادہ مفید ہیں۔ اولاد اپنے ناز میں اپنے غرور میں ماں باپ کی سُنتے نہیں ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس سے بہت منع کرتے ہیں۔ قرآن ایک جگہ نہیں کئی جگہ پر بہت زیادہ تاکید کرتا ہے کہ ماں باپ کی تابعداری کرو، اُن کے حکم پر چلو، اُن کے ساتھ اچھا معاملہ کرو نرمی کا معاملہ کرو، اُن کو خوش رکھو اور جس قدر ممکن ہو اُن کی خدمت کرو۔

والدین اور اولاد کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق

ایک شخص نے آکر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے عرض کیا کہ میرا باپ نہایت بڈھا ہے کمزور ہے مَیں اس کا کھانا پینا، پاخانہ، پیشاب، ہر قسم کی خدمت انجام دے رہا ہوں کیا مَیں ماں باپ کے حق سے سبکدوش ہوسکوں گا، اللہ کے یہاں جو اُن کا ماں باپ کا میرے اوپر حق ہے مَیں جب اُن کی خدمت کر رہا ہوں اس بڑھاپے میں تو میں سبکدوش ہوسکوں گا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا نہیں سبکدوش نہیں ہوسکے گا۔ وہ تیری خدمت کرتے تھے، تیرے بچپن کے زمانے میں تیرا پاخانہ پیشاب، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا ہر قسم کا کرتے تھے اور کرتے ہوئے ہر ایک کے لیے دُعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میرے بچّے کو سلامت رکھ میرے بچّے کی عمر زیادہ ہو، اس کی عمر کو بڑھا خدمت کرتے تھے تیری اور تیری عمر کی درازی کو چاہتے تھے اور تو خدمت کرتا ہے ماں باپ کی، اُٹھاتا ہے بٹھاتا ہے، کھلاتا ہے، پلاتا ہے مگر تیری نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ جلدی سے کر دے، تجھے ماں باپ کے خاتمہ کی خواہش ہے تو دُعا کرتا

ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت اور سلامتی کے ساتھ میری ماں کو اُٹھالے، باپ کو اُٹھالے تو تیری خدمت میں اور ماں باپ کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق ہے تو اُن کی موت چاہتا ہے اور وہ تیری حیات چاہتے ہیں تو میرے بھائیو! ذرا قدر پہچانو ماں باپ کی قدر پہچانو، اُن کی رضا میں اُن کی خوشنودی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

آقاء نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا حق اور اس نعمت کا شُکریہ

تیسری چیز مَیں نے عرض کی تھی کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حق ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے برابر اللہ تعالیٰ کے بعد کسی کا احسان اتنا نہیں ہے جتنا کہ آقائے نامدار (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کا احسان ہم تمام مُسلمانوں پر ہے اگر وقت ہوتا تو مَیں اس کی تفصیل عرض کرتا، مگر بہر حال آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام خداوندکریم کی سَب سے بڑی نعمت ہیں، ہر اُمّت کو اس کا نبی اللہ کی رحمت دیا گیا ہے، مگر ہمارے لیے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اتنی بڑی نعمت ہیں کہ ہم شُکریہ ادا کرتے کرتے سالہا سال اس میں خرچ کریں ادا نہیں کر سکتے۔

شفاعت کبریٰ

مَیں ایک بات آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احسان کی اور چیزیں تو وقت وقت پر بتائی جاتی ہیں۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک پیغمبر کو ایک دُعا اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ جس کے اندر اسے استعمال کرنے کا اختیار ہے (ہر نبی نے وہ دُعا دُنیا ہی میں استعمال کر لی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آخرت میں استعمال کے لیے چھوڑ دی تھی، چنانچہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر نبی کے پاس لوگ جاکر التجا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ حساب شروع کیا جائے، مگر نبی معذرت کریں گے اور) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آج اتنا غصّہ میں ہے کبھی اتنا غصّہ نہ ہوا نہ آگے کرے گا، آج ہماری ہمّت نہیں پڑتی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراھیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسٰی علیہم الصلوٰۃ والسّلام سب کے سَب کنی کاٹ دیں گے اور کہیں گے کہ بھئی بس جاؤ ہم نہیں کر سکتے۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور فرمائیں گے۔ اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا اور سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ شفاعتِ کبریٰ قبول فرمائے گا۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں

تو مَیں اس بات کو کہنا تھا کہ ہمارے لیے آقائے نامدار حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسی عظیم الشّان نعمتِ خُداوندی ہیں کہ کوئی نعمت اس کے برابر نہیں، تو ہمارا فرض ہے کہ وہ پیغمبر جس کے ذریعے سے، ہم کو اسلام، ہم کو ایمان، ہم کو دُنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوئی اُس کا جب بھی نام سُنیں تو تعظیم کے ساتھ ان کے لیے دُرود اور دُعا کریں، صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

وہ شخص نہایت بدبخت ہے کہ آپ کا نام سُنا اور دُرود شریف نہ پڑھا،

دو شخصوں کے درمیان فساد پیدا کرنا

تو بھائی! جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کبیرہ گناہوں کو ذکر کرتے ہُوئے فرماتے ہیں وَ اِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ، شرک، حقوقِ والدین ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں وَاِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان میں فساد کرادینا، جھگڑا کرادینا یہ نہایت بڑا گناہ ہے ناحق، اِفْسَادُ ذَاتِ الْبَیْنِ ھُوَالْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ اِنَّھَا تَحْلِقُ الشِّعْرَ بَلْ اَنَّھَا تَحْلِقُ الدِّیْنَ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان میں لڑائی کرانا جھگڑا کرانا یہ مونڈھ دیتا ہے سَر کو نہیں بلکہ دین کو مونڈھ دیتا ہے، دین سے بے دین کردیتا ہے۔

لوگوں کے درمیان میں بعضے لوگوں کو اسی میں چین پڑتا ہے کہ دو آدمیوں کو بیٹھے ہُوئے دیکھا تو بے چین ہوجاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دو آدمی ہیں دو آدمیوں میں لڑائی کرادو۔ اِدھر گئے اُدھر گئے چغلی کی جھوٹی سچی باتیں لگائیں اور اس کی وجہ سے دونوں میں لڑائی کرادی، اس واسطے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی قَتَّاتٌ جو چغل خوری کرتا ہے وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

مصلحتاً جھوٹ بولنے والا جھوٹا نہیں ہے

اور آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ

جو شخص دو آدمیوں میں لڑائی ہو، اور جا کر کے جھوٹ بول کر کے دونوں میں صلح کرا دے تو آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے یہاں جھوٹا نہیں ہے۔ اگرچہ یہ جھوٹ بول رہا ہے جھوٹ بول کر کے ہر ایک کے پاس کہا کہ دیکھو وہ تمہاری تعریف کرتا تھا اور پشیمانی ظاہر کرتا تھا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے ایسا ایسا جواب دیا اُدھر اُس سے بھی کہا، دونوں کا جو غصّہ جو صدمہ تھا وہ نکل گیا۔ ایسے جھوٹ بولنے کی وجہ سے صلح ہو گئی۔ آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ یہ شخص اللہ کے یہاں جھوٹا نہیں ہے۔ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ۔

تو میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کو اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ چیز پسند ہے کہ لوگ مل جُل کر رہیں لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ لڑائی جھگڑا نہایت مبغوض ہے اللہ اور رسول کے نزدیک، اور محبّت اور پریم سے رہنا، میل جول سے رہنا ایک دوسرے کی تعدی کو معاف کرنا یہ چیزیں پسندیدہ ہیں اللہ کے نزدیک) کسی نے گالی دی یا ستایا اس کو معاف کرو۔ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا جاہل آدمی کچھ بُرا بھلا کہے تو سلام کر کے چلے جاؤ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہی عادت تھی۔

اور قرآن میں کہا کہ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے مت دو، بھلائی سے دو جو تمہیں بُرا کہتا ہے تم تو یہ سمجھتے ہو کہ اُس نے مجھے گالی دی تو میں بھی گالی دوں، اگر وہ ایک گالی دے تو میں دس گالی دوں، وہ ایک چپت مارے میں دس چپت ماروں، وہ ایک ڈنڈا مارے میں اُس کو قتل کر دوں تم یہ سمجھتے ہو مگر یہ بالکل غلط ہے قرآن فرماتا ہے کہ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ بھلائی اور بُرائی دونوں برابر نہیں ہیں۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ لوگوں نے تمہارے ساتھ بُرائی کی ہے تو اس کا جواب بھلائی سے دو۔ اگر تم بھلائی سے جواب دو گے وہ پتھر مارے گا تم پھول مارو گے، وہ گالی دے گا تم تعریف کرو گے، وہ تم کو نقصان پہنچائے گا تم اس کو نفع پہنچاؤ گے اللہ تعالیٰ اس کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ

اَحْسَنُ اس بُرائی کا بدلہ تم بھلائی سے دو تو تمہارا دُشمن تمہارا اچھا دوست ہو جائے گا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کریمانہ شان اور مخلوق پر شفقت

آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی یہی عادت تھی، آپ نے کبھی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیا۔ سب سے سخت آپ کو دی گئی اور آپ فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے یہ مجھ کو جانتے نہیں ایک مرتبہ صحابہ نے آکر کے شکایت کی کہ ہمارے دُشمن کافروں نے اس طرح اس طرح، ہم کو ستایا ہے، بددُعا کیجیے کہ وہ ہلاک ہوجائیں تو آقائے نامدار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ مَیں بددُعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے دُعا کی اُن لوگوں کے لیے۔ قوموں کی قومیں قبیلوں کے قبیلے مُسلمان ہُوئے ہیں آپ کی دُعا کی برکت سے۔

تو بھائی! مَیں بہت دُور چلا گیا، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہُوں کہ دو چیزیں اللہ تعالیٰ کے یہاں نہایت ناپسندیدہ ہیں۔ نہایت مبغوض ہیں ایک تکبّر دوسرے فساد، دو شخصوں کے اندر فساد اور لڑائی کرانا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وہ آخرت کا عالم، ہم ان لوگوں کے لیے کریں گے۔ جو زمین کے اندر تکبّر تَعَلِّی اپنی بڑائی نہیں چاہتے بننے نہ کرتے تھے نہ لوگوں کے اندر فساد کرانا چاہتے تھے جو ایسا نہیں کرتے اور خُدا سے ڈرتے رہتے ہیں۔ خُدا کے غضب سے بچنا چاہتے ہیں خُدا کی پکڑ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھی کے لیے آخرت کی بھلائیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات

میرے بھائیو! ان بُری خصلتوں کو چھوڑ دو اور اللہ کا ذکر کرو اللہ کو یاد کرو۔ سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہمارے اُوپر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو انسان بنایا۔ وہ چاہتا تو گدھا، کُتّا، بلّی، چوہا بنا دیتا، مگر اُس نے ہمارے اور تمہارے اُوپر فضل کیا ہم کو انسان بنایا جو کہ اشرف المخلوقات ہے، تمام مخلوقات میں سب سے بلند مرتبہ والی مخلوق انسان ہے، یہ خُدا کا کتنا بڑا احسان ہے اور پھر ایسا انسان بنایا کہ ماں کے پیٹ میں اُس نے آنکھیں دیں، کان دیے، زبان دی، ہاتھ دیا، پیر دیا، دل دیا، دماغ دیا، سَر سے پیر تک جتنے جوڑ بند ہیں اُس نے ماں کے پیٹ میں دیے۔ ہم نے مانگا بھی نہیں تھا نہ ہم میں

مانگنے کی طاقت تھی، خُدا نے اپنے فضل سے اپنے کرم سے ہم کو یہ چیزیں دیں اگر وہ چاہتا تو اندھا پیدا کر دیتا لُولا پیدا کر دیتا، لنگڑا پیدا کر دیتا، بہرا پیدا کرتا، گونگا پیدا کر دیتا، دیوانہ پیدا کر دیتا، مگر اُس نے ہم کو سب چیزیں دیں۔ کتنا بڑا احسان ہے، ذرا سوچو ایک ذرا سا فرق آنکھوں میں پڑ جاتا، ہاتھ میں پڑ جاتا تو کیسی زندگی دوبھر ہو جاتی۔ انسان کو تو چاہیے کہ دن و رات اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری میں وقت خرچ کرے، کیونکہ جتنا احسان اللہ تعالیٰ نے انسان کے اُوپر کیا کسی مخلوق پر نہیں کیا۔ اور ہر ہر نعمت اتنی ہے کہ کروڑوں روپیہ اگر خرچ کیا جائے تو نہیں حاصل ہو سکتیں جیسی آنکھ اللہ نے دی ہے تمام دُنیا کے ڈاکٹروں کو حکیموں کو فیلسوفوں کو جمع کر لو نہ ویسی آنکھ کوئی بنا سکتا ہے، نہ کان بنا سکتا ہے، نہ زبان بنا سکتا ہے، نہ ہاتھ بنا سکتا ہے، نہ پیر بنا سکتا ہے تم ڈاکٹر صاحب کے ذرا سے حکیم صاحب کے ذرا سے علاج کے اُوپر دن و رات اُن کا راگ گاتے ہو، ان کی تعظیم کرتے ہو اور خُدا نے کتنی نعمتیں دی ہیں۔ ذرا سر سے پیر تک دیکھو، کس وقت دیں ماں کے پیٹ میں دی ہیں، ماں کی گود میں دی ہیں۔ لڑکپن میں دی ہیں۔ جوانی میں دی ہیں آج بڑھاپے میں دے رہا ہے کس قدر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہمارے اُوپر برس رہی ہیں۔ ذرا غور کرو اور دیکھو کہ ہم کتنے بڑے نمک حرام ہیں، وہ دانت نہ دیتا تو ہم کیا کھانا کھا سکتے اگر زبان نہ دیتا تو کچھ بول سکتے تھے اگر تمہارے معدہ میں صحّت نہ دیتا تو کیا تم کچھ کھانا ہضم کر سکتے تھے ہر وقت میں ہر انسان پر اللہ تعالےٰ کی بے شمار نعمتیں برس رہی ہیں وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے کے لیے بیٹھو تو گن نہیں سکتے کس قدر نمک حرامی کی بات ہے کہ ہم دن رات کے چوبیس گھنٹے کے اندر کبھی اللہ کو بھول کر کے یاد نہیں کرتے۔ عبادت کرنا تو درکنار زبان سے کہے کہ اے اللہ تیرا شکر ہے سو کر کے اُٹھے ہو۔ آنکھیں تمہاری موجود ہیں زبان تمہاری موجود ہے نہ فالج ہے نہ لقوہ ہے نہ بیماری ہے۔ صحیح و سالم اُٹھتے ہو، مگر تمہاری پھوٹی زبان سے یہ نہیں نکلتا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے مجھ کو موت کے بعد، (دوبارہ زندہ کیا) سونا اور مرنا دونوں برابر ہیں تم سو رہے تھے۔ تم کو کچھ خبر نہیں تھی پاس تمہارے سانپ آتا ہے۔ نہیں جانتے بچھو آتا ہے نہیں جانتے شیر آتا ہے نہیں جانتے، جبکہ سوتے رہتے ہو تو مردہ کی طرح تھے خداوند کریم

اس کے بعد تم کو اُٹھاتا ہے تو تم کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

ڈاڑھی منڈانا

مگر ہماری بے وقوفی بجائے شکر کے اُٹھ کر کے بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔ اُٹھتے ہی اوّلاً جا کر کہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں استرا لگا کر کے، ڈاڑھی منڈانا جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو فرماتے ہیں خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَقُصُّوا الشَّوَارِبَ اے مُسلمانو! مُشرکین کی صُورت مت بناؤ ڈاڑھیاں بڑھاؤ مونچھوں کو کٹاؤ۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا طریقہ یہی ہے مگر تم صُبح ہی صُبح ڈاڑھی منڈاتے ہو نماز کی فکر نہیں روزے کی فکر نہیں۔

کبھی کسی سکھ کو ڈاڑھی منڈا نہیں دیکھا ہوگا، کافر ہے مگر اپنے گرو کا اتنا تابعدار ہے اور ہم مسلمان ہیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صُورت سے اور آپ کی سیرت سے نفرت کرتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ہر بات میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم بقدم چلتے۔

نجات فقط حضور علیہ السّلام کی اتباع میں ہے

نجات فقط اسی میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تابعداری کرو، قرآن کہتا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اے محمدّ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ کی محبّت ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے پالا ہے تم کو رزق دے رہا ہے اگر اس سے محبّت ہے تو فقط ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ حضرت محمدّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے پیچھے چلو قدم بقدم چلو جس طرح سے وہ کریں ویسا کرو ویسی صُورت اور سیرت بناؤ۔

حضرت محمدّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے نہایت محبوب بندے ہیں اپنے معشوق کی اپنے محبوب کی صُورت بھی محبوب ہوتی ہے سیرت بھی محبوب ہوتی ہے۔ اگر ان کی صُورت بناؤ گے۔ سیرت بناؤ گے تو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ خدا تمہارا عاشق ہو جائے گا۔ محب ہو جائے گا، وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا تو بھائی کوشش کرو۔ غفلت کو چھوڑو، جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم بقدم چلو اُن کے حکم پر چلو اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے

ذکر کی وجہ سے انسان کے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں خُدا کے ذکر سے غافل نہ ہو تاکہ ہمارا خاتمہ اللہ کا ذکر کرتے ہُوئے ہو۔ وَمَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ اللہ کا ذکر کرتے ہُوئے اللہ کا نام لیتے ہُوئے ہماری دُنیا سے رُخصتی ہو اور جو ایسا کرے گا وہ جنّت میں ضرور ضرور داخل ہوگا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں مَا مِنْ شَیْئٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ یا مِثْلُ ذِکْرِ اللّٰہِ فرماتے ہیں کوئی چیز اللہ کے عذاب سے ایسی نجات دینے والی نہیں ہے جس طرح سے کہ اللہ کا ذکر نجات دینے والا ہے۔

وَ آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

(حضرت کا بیان ختم ہونے کے بعد کسی نے اعلان کیا کہ حضرت کے ہاتھ میں درد ہے، اس لیے مصافحہ کے دوران گڑبڑ نہ کریں۔ بلکہ آہستگی اور ترتیب سے مصافحہ کریں۔ دوسرے یہ کہ کل صبح سات بج کر بیس منٹ پر حضرت قبلہ کی واپسی ہے۔ اس لیے اسٹیشن پر ملاقات کی کوشش کریں، اس پر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔)

مصافحہ کی ایک غلط رسم کی اصلاح

مصافحہ کو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سُنّت قرار دیا ہے۔ مُسلمانوں کو حُکم دیا ہے۔ ملاقات کے وقت میں جب ایک دوسرے سے غائب ہونے کے بعد ملاقات کرے تو اُس وقت مصافحہ کرے، ہمارے یہاں غلط طریقہ یہ رائج ہوگیا کہ جب وعظ ہو تو وعظ کہنے کے بعد واعظ سے مصافحہ بھی کیا جاتا ہے۔ گو واعظ کے ساتھ مصافحہ کرنا یہ سُنّت نہیں ہے۔ بہت سے ایسے لوگ جو ساتھ رہتے ہیں وہ بھی مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ غلط چیز ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اتنے بڑے مجمع میں ایک ایک سے مصافحہ کرنا کس قدر مشکل چیز ہے، جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسی وعظ کے بعد نماز کے بعد خطبے کے بعد مصافحہ کو مسنون نہیں قرار دیا ہے ہاں ایک آدمی دوسرے سے ملے، باہر سے آیا ہے تو اور بات ہے۔ اس واسطے مصافحہ کی جدوجہد کرنا غیر مناسب ہے۔

غائبانہ دُعا کی مقبولیت

اَب آپ حضرات کو یہ کہا گیا کہ میں کل کو یہاں سے روانہ ہوں گا تو لوگ ملنے کے لیے آئیں یہ بھی غلط چیز ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام

تمام مسلمانوں کو داخل کردے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بقیہ : درس حدیث

دیا تھا کہ احد پہاڑ کے برابر بھی اگر میرے پاس سونا ہو تو میں سب ختم کردوں خدا کی راہ میں صَرف کردوں۔

اُن کے ذہن میں یہ بات جم چکی تھی اور وہ یہ بات ساری عمر کہتے بھی رہے اور عمل بھی کرتے رہے اسی پہ کہ روپیہ پیسہ یہ دو چیزیں یعنی ایسی چیز ہے سونا اور چاندی کہ اس کو کام میں ہی لانا چاہیے یا اپنے یا دوسرے کے، جمع نہیں رکھنا چاہیے یہ گردش میں رہنا چاہیے چلتا رہے، باقی جائیداد ہے کسی کی آمدنی ہوتی ہے کچھ ہوتا ہے یا کوئی سامان ہے کھانے پینے کا وہ رکھا رہے تو رکھا رہے روپیہ پیسہ بالکل نہیں رکھ سکتے اگر رکھو گے تو اُن کا نظریہ یہ تھا، مسئلہ اُن کی نظر میں یہ آیا ہُوا تھا کہ پھر خدا کے یہاں سوال ہوگا اور وہ زکوٰۃ میں داخل نہیں۔ زکوٰۃ اسی کا نام ہے کہ بالکل رکھے ہی نہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلاتے اپنی رضا سے نوازے۔ آمین۔

اِس دینی رسالہ سے آپکا تعاون آپ کے اجر اور اسکے اِستحکام، بقاء، اور ترقی کا باعث ہوگا۔

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور

★ اِس کے خریدار بنیئے اور دوسروں کو خریدار بنائیے۔
★ اِس میں اشتہار دیجئے اور دوسروں سے دلوائیے۔
★ اِس کے لیے مضامین لکھیئے اور اپنے مضمون نگار دوستوں کو اس کیلئے مضمون لکھنے کی ترغیب دیجئے۔

بھائی میرے واسطے دُعا کریں میں آپ کے واسطے دُعا کروں اور دیکھیے دُعا پیٹھ پیچھے زیادہ مقبول ہوتی ہے کسی کے سامنے اس کے واسطے دُعا کرنا اس قدر مقبولیت کا باعث نہیں ہے۔آپ کا بھائی آپ کے سامنے نہیں ہے مگر آپ اس کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ اللہ اس کو سلامتی عطا فرما اس کے مقاصد کو پُورا کر اس کی فلانی حاجت کو پُورا کر دے۔تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ یہ دُعا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت مقبول ہوتی ہے۔بہرحال میرے بھائیو! کوئی صاحب اس کا قصد نہ فرمائیں کہ اسٹیشن پر تشریف لائیں میں آپ بھائیوں کا ایک معمولی درجہ کا خادم ہوں ،بحیثیتِ خدمت میں نے دو چار کلمات آپ کے سامنے عرض کیے ہیں۔

ذکر اللہ کی مزید تاکید

اور میں نے آخری چیز یہ عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جس قدر ممکن ہو اللہ کا ذکر کرو۔اللہ کا ذکر تمام تکالیف کو دُنیا اور آخرت کی تکالیف کو دُور کرنے والا ہے۔میرے بھائیو! کوشش کرو کہ جس قدر ممکن ہو ہماری زبان عادی ہو جائے اللہ کے ذکر کرنے کی، ہر وقت اللہ کا نام ہماری زبان سے نکلتا رہے تاکہ ہمارا خاتمہ مرنا اور اس دُنیا سے جانا اللہ کے نام پر ہو۔

دعاء اختتام

دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کی دین اور دُنیا کی مصیبتوں کو دُور فرما، اے پروردگار اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سچا تابعدار بنا دے اے پروردگار اپنے فضل اور کرم سے ہم تمام حاضرین کو دُنیا اور آخرت کی تکالیف سے مصیبتوں سے بچا لے ہمارے ملک میں امن وامان کو پھیلا دے، بیماریوں کو دُور کر دے غریبوں کی غربت کو دُور کر دے۔اے پروردگار اپنے فضل وکرم سے تمام حاضرین کی مُرادوں کو پُورا فرما ہم تمام حاضرین کی مصیبتوں کو دُور فرما۔ہمارا سب کا خاتمہ ایمان پر کر، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معیت محشر میں عطا فرما، حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت سے ہم تمام حاضرین کو مالا مال کر دے اور اے پروردگار اپنے فضل اور کرم سے اپنی جنّت میں ہم

جناب صُوفی عبدالرّب صاحب مرحوم (قسط : اوّل)

ایک گمنام عالم اور عارف

مولانا صادق الیقین کُرسویؒ

بارہ بنکی مشرقی یو پی کا ایک معروف ضلع ہے۔ اس ضلع کی متعدّد بستیوں میں علم و عرفان کی روایت خاصی وسیع اور تابندہ رہی ہے۔ منجملہ ان بستیوں کے ایک موضع کرسی ہے۔ وہاں تقریباً دو سو برس سے علم و ریاضت کی ایک شمع مسلسل روشن ہے۔ جب سے وہاں شاہ نجات اللہ صاحب تشریف لائے اور اس بستی کو اپنی خدمات اور جہد و ریاضت کا مرکز بنایا، اس وقت سے وہاں علم و معرفت کا عمومی چرچا پایا جاتا ہے۔ مولانا کے اخلاف میں بھی اور بستی کے دوسرے خاندانوں میں بھی کئی نسلوں تک ارباب علم اور اصحاب باطن موجود رہے، اس خانوادہ کے ایک جید عالم صاحبِ کمال مُرشد مولانا صادق الیقین تھے۔ مولانا صادق الیقین حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگرد، محدّث گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد کے ممتاز خلیفہ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کے فیض یافتہ تھے۔

مولانا صادق الیقین نے کم عمری میں، عین عالمِ جوانی میں صرف ۳۵ سال کی عمر میں سفرِ حج کے دوران مکّہ معظمہ میں وفات پائی۔ مولانا صادق الیقین کے دستیاب علمی آثار میں سے راقمِ سطور کو تین چیزوں کا علم ہے۔ تقریر درسِ سُنن ترمذی، امداد الصادقین اور ارشاد الصادقین۔ تقریر درس سُنن ترمذی عربی میں لکھی گئی ہے اور مولانا کے اخلاف کے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ امداد الصادقین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کے ملفوظاتِ گرامی کا مجموعہ ہے۔ یہ ملفوظات مولانا صادق الیقین نے اپنے مکّہ معظّمہ کے قیام کے زمانہ میں ۲۳ رشعبان ۱۳۱۲ھ سے ۳ رصفر ۱۳۱۳ھ کے دَوران ضبط کیے تھے۔ ان کا اُردو ترجمہ شمائم امدادیہ اور امداد المشتاق میں شامل ہے۔

ارشاد الصادقین محدث گنگوہی حضرت مولانا رشید احمدؒ کے ملفوظاتِ عالیہ کا مختصر سا مجموعہ ہے، ان ملفوظات پر سنہ ضبط وکتابت درج نہیں اور میری معلومات کے مطابق یہ مجموعۂ ملفوظات مکمل متن کے ساتھ آج تک شائع نہیں ہوا، تاہم اس میں درج چند ملفوظات کا اُردو ترجمہ تذکرۃ الرشید میں درج ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدؒ زکریا کاندھلویؒ کی خواہش تھی کہ یہ ملفوظات فارسی متن اور اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوں، حضرت نے اس خواہش کا مولانا واثق الیقین صاحب سے جو مولانا صادق الیقین کے صاحبزادے اور حضرت شیخ کے بھی مجازِ بیعت تھے، تذکرہ فرمایا۔ مولانا واثق الیقین نے اپنے دوست اور خواجہ تاش صوفی عبدالرّب صاحب سے جو اپنی قسم کے منفرد بزرگ تھے، اس خدمت کو انجام دینے کی فرمائش کی۔ صوفی صاحب کو مولانا صادق الیقین اور حضرت شیخ الحدیث دونوں سے دلی ارادت اور محبّت تھی۔ محترم صوفی صاحب نے ذوق وشوق کے ساتھ اس کی تعمیل کی۔ ملفوظات کا ترجمہ کیا اور تمہید کے طور پر ملفوظات نگار مولانا صادق الیقین کے مختصر حالات قلم بند کیے۔ اس خدمت کی ۱۸ رجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو تکمیل ہوئی۔ مولانا واثق الیقین نے اس ترجمہ کو چھپوانا چاہا تھا، کتابت بھی شروع ہوگئی تھی، مگر کسی وجہ سے کتابت درمیان میں رہ گئی اور اس کی طباعت واشاعت کا کام مکمّل نہ ہوسکا۔ اب پہلی مرتبہ اس مجموعہ کا ایک ابتدائی حصّہ "احوال مولانا صادق الیقین" یہاں شائع کیا جا رہا ہے۔ ترجمۂ ملفوظات بعد کی کسی اشاعت میں شائع ہوگا۔ انشاء اللہ!

"ارشاد الصادقین" کے مترجم صوفی عبدالرب صاحبؒ کو مرتّب ملفوظات مولانا شاہ صادق الیقین سے کئی طرح نسبت وانسیت حاصل تھی۔ صوفی عبدالرّب کا وطن موضع اگاسنڈ، مولانا صادق الیقین کے وطن کرسی ضلع بارہ بنکی سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور صوفی صاحب کے والد ماجد مولوی عباد علی صاحب، مولانا صادق الیقین کے عزیز ترین اور گہرے دوستوں میں تھے۔ دونوں ہی علم ومعرفت کی وادی کے مسافر اور ایک ہی سرچشمہ فیض کے پروردہ وفیض یافتہ تھے۔ مولانا صادق الیقین حکیم الاُمّت مولانا تھانویؒ کے ابتدائی دور کے ممتاز شاگرد تھے، تو مولانا عباد علی حکیم الاُمّتؒ کے سب سے پہلے مرید ومسترشد۔ ذوق کی اس ہم آہنگی کی بناء پر دونوں ایک دوسرے

کے قریب اور ایک دوسرے کے بے حد قدردان تھے۔ مولوی عباد علی کے اثرات اُن کے فرزند صوفی عبد الرب میں اور مولانا صادق الیقین کی نسبت کا پرتو اُن کے مجازِ بیعت مولانا واثق الیقین میں جلوہ گر ہُوا۔

صوفی صاحب کا سنہ ولادت اور متعلقہ معلومات دستیاب نہیں۔ صوفی صاحب نے انگریزی اسکول میں تعلیم پائی۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے دبیر کامل کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد ٹیچر ٹریننگ کے لیے محکمۂ تعلیم میں ملازمت شروع کی، دورانِ ملازمت ہی کانپور سے بی۔ اے اور بریلی سے ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ پوری زندگی اسی سلسلۂ ملازمت سے وابستہ ایک معلّم و استاذ کی حیثیت سے گزاری مگر صوفی صاحب دینی پختگی، جوشِ تبلیغ اور غیر اسلامی و غیر شرعی اُمور سے سمجھوتہ نہ کرنے والی طبیعت کی وجہ سے کسی ایک مقام پر زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ اس لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ ان کا جلدی جلدی تبادلہ ہوتا رہتا تھا، لیکن نہ اُنہوں نے کبھی دعوت و تبلیغ میں کمی کی نہ کسی غیر اسلامی چیز سے مصالحت۔

صوفی صاحب ابتدائی عمر میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ سے بیعت ہُوئے بعد میں حضرت کی ہدایت کے مطابق مولانا شاہ محمد عیسٰی الٰہ آبادی سے اصلاح و استفادہ کا تعلّق رکھا۔ مولانا محمد عیسٰی الٰہ آبادی رحؒ کی وفات کے بعد مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحؒ سے رجوع ہُوئے اور اپنے سَب ہی مُرشدین کی نگاہوں میں محبوب و محترم رہے۔ صُوفی صاحب کا دینی حلقوں میں بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ ہر جگہ بلند سے بلند مقام پر بٹھلاتے جاتے تھے۔ وہ جہاں تشریف لے جاتے ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے تھے اور صُوفی صاحب نے بھی اپنی دینی نسبت کو حلقہ بندی اور گروہ بندی میں کبھی محدود ہونے نہیں دیا۔ صوفی صاحب ساری عمر چو مکھی لڑائی لڑتے رہے۔ وہ تقریر سے تحریر سے، نثر سے، نظم سے، حد یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں سے بھی اسلام کی طرف سے لڑنے والے مجاہد تھے اور آخری عمر تک اسی حال میں رہے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے الفاظ میں:

"صوفی صاحب اپنے رَب کے بڑے وفادار بندے اور مثالی مردِ مومن تھے۔

بعض تابعین کے بارے میں کتابوں میں منقول ہے کہ وہ اپنے مخاطبین اور شاگردوں سے (جنہوں نے صحابہ کرام کو نہیں پایا، نہیں دیکھا تھا) فرماتے تھے کہ اللہ تعالٰی رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحابِ کرام کو پھر ہماری اس مسجد میں بھیج دے تو تم ان کو مجانین (عقل مارے ہُوئے دیوانے) سمجھو گے اور وہ تم کو منافق۔ ہمارے صُوفی صاحب کا بھی یہی حال تھا۔

دین کے بارے میں اُن کی للہ فی اللہ شدّت کی وجہ سے بہت کم لوگ اُن سے راضی رہ سکتے تھے۔ اور وہ بھی بہت کم لوگوں کو پسند کرتے تھے، اس باب میں وہ حضرت ابوذر غفاریؓ کے حال کے وارث اور ہم مشرب تھے۔ مولانا محمّد علی جوہر کا مشہور مصرعہ:

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

ان کے بالکل حسبِ حال تھا۔"

آخری دورِ ملازمت میں اُناؤ میں مقیم تھے۔ بالآخر وہیں مستقل سکونت اختیار کی وہیں صوفی صاحب کا ستّر سال کی عمر میں ۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۷۵ء جمعہ کی شب میں انتقال ہُوا۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جمعہ کے بعد نبّن صاحب کے قبرستان اناؤ میں دفن کیے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صوفی صاحب نے کیا خُوب کہا ہے۔

بیمار ہوں، تکلیف ہے بے چین ہوں لیکن
آتی ہیں مدینہ سے بشارت کی ہوائیں
اللہ کی رحمت مجھے آغوش میں لے کر
کہتی ہے چلو خلد میں تفریح کر آئیں
دم توڑ رہا ہوں اسی اُمّید پہ صُوفی
شاید مِرے احباب بھی سُن پائیں تو آئیں

صُوفی صاحب قادر الکلام، پُرگو شاعر تھے۔ غزل، قصیدہ، نظم، مثنوی سب کچھ کہتے تھے۔ آمد روانی، برجستگی ان کے کلام کا خاص جوہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ اور قافیے سب صف باندھے سامنے کھڑے رہتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں لے لیتے ہیں۔ صوفی صاحب کے کلام میں حالیؔ اور نظیرؔ اکبرآبادی کا رنگ جھلکتا ہُوا محسوس ہوتا ہے۔ صوفی صاحب کے کلام کا مجموعہ "کلامِ صوفی" کے نام سے ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر بعض منظومات ایسی بھی ہیں جو اس مجموعہ میں شامل نہیں ہیں۔ . . صوفی صاحب کی نثری تحریرات کم دستیاب ہیں۔ ارشاد الصادقین کا ترجمہ اور اس پر نوشتہ مؤلف کے حالات، صُوفی صاحب کی غالبًا واحد نثری تالیف ہے اس کا یہ نسخہ جو راقم سطور کے پیشِ نظر ہے اس کا اکثر حصہ خود صوفی صاحب کا لکھا ہُوا ہے اور اس پر مولانا واثق الیقین صاحب کے بھی دستخط

ہیں۔ مکرمی مولوی عتیق احمد صاحب ندوی خلف الرشید مولانا واثق الیقین صاحب کی عنایت سے اس نسخہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

صوفی صاحب نے مولانا صادق الیقینؒ کے حالات میں مولانا کے والد شاہ سراج الیقین کے سفر نامہ اور "تذکرۂ علما مدارج السالکین" کے متعدد اقتباسات نقل کیے ہیں یہ اقتباسات مسلسل عبارت کی صورت میں دیے گئے ہیں، مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ دونوں کتابوں کے مختلف مقامات کے اقتباسات اور خلاصے ہیں۔ دوسرے یہ کہ صوفی صاحب کی تحریر اور مذکورہ کتابوں کی عبارتوں میں کہیں کہیں کچھ اختلاف بھی ہے۔ اس لیے اشاعت کے وقت اقتباسات کے حوالے لکھ دیے گئے ہیں اور ان مذکورہ کتابوں کے مطبوعہ متن کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ اُوپر کی سطروں میں صوفی صاحب کے جو مختصر حالات لکھے گئے ہیں وہ تمام تر "کلام صوفی" (طبع اوّل، کڈی، گجرات) کی تمہیدات اور مقدمہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں الفاظ بھی اسی کے ہیں۔ (نور)

حضرت جامع ملفوظات کا نام نامی اسم گرامی محمد صادق الیقین ہے اور شجرۂ نسب حسبِ ذیل ہے:

محمدؐ صادق الیقین ابن محمدؐ سراج الیقین ابن محمد صمدانی ابن نجات اللہ ابن کفایت اللہ ابن جان محمد ابن عبداللطیف ابن شیخ زاہد ابن شاہ محمد ابن شیخ عبدالحکیم بن قاضی محمود ابن الہ داد ابن قاضی محمد ابن قاضی ضیاء الدین ابن نواب امیر الحسام۔

نواب امیر الحسام عربی النسل تھے اور قبیلہ بنی ثقیف کے چشم و چراغ، جن کا سلسلۂ نسب صرف ایک واسطہ سے محمدؐ بن قاسم فاتح سندھ سے مل جاتا ہے اور سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیّد الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اصل سے مل جاتا ہے۔ امیر الحسام بہ نیتِ جہاد و بارادۂ تبلیغ و توسیع اسلام فوج ظفر مند میں منصب جلیلہ سپہ سالاری پر فائز ہوئے۔ غازیٔ اسلام سلطان محمود کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے، لیکن اپنے فرائض جہاد سے فارغ ہو کر ہندوستان میں سکونت اختیار نہیں فرمائی اور بغداد واپس تشریف لے گئے۔ واپس ہوتے وقت اپنے تربیت کردہ اور اصلاح و تقویٰ سے آراستہ صاحبزادے قاضی ضیاء الدّین یوسف محمود سے فرمایا کہ جہاد سے تسخیر ملک کے

حکومت و بلاد نہیں ہے بلکہ اسلام کے راستہ سے فتنہ و فساد کے کانٹوں اور مزاحمتوں کی جھاڑیوں کو ہٹا دینا ہے۔ یہ کام تو پورا ہو چکا، اب اصل کام حفاظت و شوکتِ اسلام و تبلیغ و توسیعِ دین کا ہے جس کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تمہاری زندگی کا مطمحِ نظر یہی ہونا چاہیے۔ صاحبزادۂ سعادت آثار و اطاعت شعار نے بصد رغبت والد ماجد کے ارشاد کو قبول کیا اور سکونت پذیر ہو کر دین کی خدمت کرتے رہے۔

سیّد سالار مسعود غازیؒ کے ساتھ لشکرِ اسلام میں ایک بزرگ سیّد اویس بھی آئے تھے۔ قاضی صاحب نے اُن کی صاحبزادی کے ساتھ عقد فرمایا جن کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام قاضی محمدؒ ہے۔ یہ بھی صاحبِ اوصافِ حمیدہ تھے۔ اس سلسلۂ نسب میں ہر فرد صاحبِ اوصاف ہوا۔ عہدہ قضا اس سلسلہ کی تا دیر خصوصیت رہی۔ چونکہ اختصار مدِّ نظر ہے اس لیے کئی کڑیاں چھوڑ کر شاہ کفایت اللہ صاحبؒ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آن کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فرزند عطا فرمایا کہ اپنے زمانہ کا آفتابِ ولایت ہوا، اور وہ حضرت شاہ نجات اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شاہ نجات اللہ صاحب کی ذات فیوض و برکات کا لامتناہی مخزن تھی۔ آپ اس قدر صاحبِ شریعت اور متبعِ سنت تھے کہ چہار طرف اس کی شہرت تھی۔ اکابر علماء اور مشاہیر زمانہ کو اس کا اقرار و اعتراف تھا۔ حضرت شاہ صاحب اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ محدّث دہلوی میں باہم مراسلت رہتی تھی۔ تحریک جہاد کے امام حضرت مولانا سیّد احمد شہید رائے بریلویؒ جب مع ایک جماعت علماء، آپ کی ملاقات کے لیے کرسی تشریف لائے، پانچ روپیہ بطور ہدیہ پیش کیے۔ سیّد صاحب کی واپسی کے وقت حضرت شاہ صاحب نے سیّد صاحبؒ کو بطور ہدیہ وہی پانچ روپیہ واپس فرمائے۔ سیّد صاحب نے لینے سے عذر فرمایا، شاہ صاحب نے فرمایا: "میں نے اس خیال سے لیے تھے کہ آپ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں اور اب یہ بطور ہدیہ اس لیے پیش کرتا ہوں کہ آپ سیّد اور بزرگ ہیں"۔ سیّد صاحب نے قبول فرمایا اور اپنے ہمراہیوں میں سے کسی کو سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان روپیوں کو خرچ نہ کرنا تبرک ہیں"۔ پھر جب رخصت ہو کر باہر تشریف لائے تو سیّد صاحب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ میں بہت پھرا، مگر آج ایک بزرگ نگاہ سے گزرے"۔

حضرت شاہ نجات اللہ صاحب کو بڑے بڑے مجاہدات و ریاضات ظاہری و باطنی، اختیاری و اضطراری بکثرت پیش آتے جن کو آپ نے رضا بالقضاء کے ساتھ برداشت فرمایا اور مراتبِ علیا پر فائز ہوئے۔ اُنھیں ریاضات میں سے وہ اہم اور عجیب و غریب سفر ہے جو تکوینی سیر کے لیے آپ کے پیرومُرشد حضرت سید شاہ شاکر اللہؒ کی طرف سے آپ پر ڈالا گیا۔ جس کے بعد حضرت مُرشد نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو کرسی نشین کیا" اب تم کو ظاہری و باطنی ابتلاءات، و امتحانات انشاء اللہ تعالیٰ پیش نہ آئیں گے اور اپنے دستِ مُبارک سے اجازت و خلافت کی سند اپنے مُبارک دستخط سے مزیّن فرما کر عطا فرمائی جس کی نقل "بیاضِ نجاتیہ" میں خود حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی آج بھی موجود ہے جو کسی طرح محفوظ رہ گئی ورنہ بیش بہا نوادر اور عجیب و غریب تحریرات و کاغذات گردشِ روزگار کے ہاتھوں تلف ہو گئے۔

حضرت مُرشد کی پیش گوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب کی آخر عمر تک کے لیے کشائشِ فراغت و وسعت و عافیت حتّٰی کہ مخدومیت اور شان و شوکتِ دینی و دُنیاوی نیز خوارق و کرامات کے ابواب مفتوح فرما دیئے، جن کا بیان بخوف تطویل فی الحال ملتوی کیا جاتا ہے۔ زہد و غنا کا یہ عالم تھا کہ شاہِ اودھ نے بہ نفس نفیس خود حاضر ہو کر ایک بڑی جاگیر معافی پیش کرنی چاہی یہ فرما کر انکار فرما دیا کہ جس مالک نے تم کو بادشاہت دی ہے اسی کا میں بھی غلام ہوں، اس غنی کے در کو چھوڑ کر تمہارے جیسے محتاج کا سہارا حاصل کرنا عقل و سمجھ کے خلاف ہے۔ یہ سب چیزیں تو اس کو چاہئیں جو حاجت مند ہو۔ میں اپنے غنی مولیٰ کے فضل سے کل کی فکر نہیں رکھتا اور آج میری حاجت و ضرورت نہیں۔ تم اپنی جاگیر کو حاجت مندوں میں تقسیم کر دو۔ اِس فتح ابواب کا سلسلہ تادیر باقی رہا، حتّٰی کہ جب آپ نے اپنے صاحبزادے شاہ محمد صمدانی کو اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر بایماء سرورِ کائنات و موجودات حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنا جانشین مقرّر کیا تو موصوف کو بھی امتحانات و ابتلاآت قطعاً پیش نہیں آئے۔

آپ درگاہ شریف میں اپنے والد ماجد کے پیچھے یعنی مشرق والی قبر میں آرام فرما ہیں۔ ممدوح کا عہدِ طفولیت بزمانۂ شباب تک تحصیلِ علوم ظاہری و باطنی و حصولِ فضل و کمال کے لیے وقف رہا۔ آپ نے بچپن میں کبھی کوئی کھیل پسند نہیں فرمایا۔ طفلانہ لہو و لعب سے ہمیشہ دُور و نفور

رہے ۔ جب مطالعہ سے طبیعت مضمحل ہو جاتی تو آپ غلیل لے کر باغ میں بعد عصر تھوڑی دیر تنہا چہل قدمی فرمالیتے ۔ باغ بھی دولت کدہ سے بالکل ملحق و متصل تھا۔ آپ بالکل خانہ نشین، عزلت گزیں رہتے تھے۔ کرسی میں درگاہ شریف سے ملحق جو مسجد بڑے حافظ جی کی مسجد کہلاتی ہے اس کی تعمیر حضرت صمدانی کی دینی یادگار ہے جو آج بھی بحمداللہ آباد ہے، آج بھی گلزار ہے اور تبلیغی چہل پہل کا مرکز بھی بنتی جارہی ہے ۔ اور ہمارے مولانا واثق الیقین صاحب کی توجہات و مساعی سے اصلاح و تبلیغ کے سلسلہ میں عرصہ سے ان کی کوششیں جاری ہیں، اور ماشاءاللہ قرب و جوار پر اچھا اثر پڑ رہا ہے ۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْهِ، آمین

حضرت شاہ صمدانی صاحبؒ نے اپنی اولاد میں سے ولدِ اصغر حافظ شاہ محمد سراج الیقین کو اپنی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا جانشین بنایا ۔ حافظ صاحب کے اوقات و مشاغل اور احوال و معمولات کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ ایک عرصہ دراز تک آپ کا یہ معمول شریف رہا کہ بلاناغہ روزانہ مابین ظہر و عصر ایک قرآنِ پاک تلاوت فرما لیا کرتے تھے ۔ اوّل وقت ظہر پڑھتے اور عصر میں بدرجہ استحباب قدرے تاخیر فرماتے ۔ یہ معمول رمضان المبارک میں دوچند ہو جاتا اور روزانہ دو ختم کرتے اور کبھی کبھی روزانہ تین ختم تک نوبت پہنچ جاتی تھی ۔ دوسرے معمولات اس کے علاوہ تھے جن کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ منجانب اللہ وقت میں حیرت انگیز برکت دی جاتی تھی اور یہ ادائیگی منجملہ خوارق و کرامت کے تھی ۔ مجاہدہ و ریاضت پر نظر کر کے آپ کی غذا کو دیکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ قوّت کیسے بہم پہنچتی تھی ۔ بس صبح کے وقت ایک ٹکیہ حاضر کی جاتی تھی ۔ اس کو بھی تنہا تناول نہ فرماتے بلکہ جو بچے مل جاتے اُن کو کھینچ کر شریک فرمالیتے ۔ ان مشاغل کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی کافی تھا ۔ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جو آج بھی موجود ہیں ۔ جس رسم میں ابتلاء دیکھا بلا تاخیر اشتہار یا کتابچہ شائع فرمایا ۔ اسی کے ساتھ خلقِ خدا کو حاضری کا موقع مرحمت فرماتے ۔ منہیات میں لوگوں کا اشتغال دیکھتے تو بے تاب ہو جاتے ۔ اکثر مقامی حکام یا وارد و صادر زیارت کے لیے آتے تو اُن کے ظاہری فسق پر شدید نکیر فرماتے حتیٰ کہ جوش میں برہم ہو جاتے ۔ گاہے مسلمان حکام کی ریش تراشی پر اُن کی ٹھوڑی پکڑ کر ہلاتے اور غضبناک ہو جاتے ، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب اور ایسی ہیبت ارزانی فرمائی تھی کہ حاکم و رئیس اور امیر یا فقیر کسی کو اُن کے غیظ و غضب پر چوں کرنے کی مجال نہ

تھی۔ اس نہج کے واقعات بہت ہیں اور دلچسپ بھی ہیں، لیکن بخوف تطویل حذف کیے جاتے ہیں۔

مثلاً ایک تھانیدار انچارج بغرض زیارت حاضر ہوئے جیسا کہ جو افسر مسلم یا غیر مسلم آتا، ضرور زیارت کو آتا۔ یہ صاحب ریش تراشیدہ تھے۔ حضرت نے تھوڑی پکڑی اور غضب ناک ہو کر فرمایا: "اِنّا لِلّٰہ! کیا شکل بنا رکھی ہے؟ کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہی حکم دیا ہے؟ کیا حضرت علیؓ کی یہی شکل تھی؟ حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے ہو اور صورت میں ان کی مخالفت، کیا تم کو شرم نہیں آتی؟ وہ نہایت خفیف ہوئے۔ چند ماہ بعد پوری ڈاڑھی کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت نے پہچانا نہیں یہ وہی غلام ہے۔ حضرت نے جس کی ٹھوڑی پکڑی تھی۔ حضرت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

حضرت پر زہد و فقر کا اتنا غلبہ تھا کہ اگر آٹھ دس روپیہ سے زائد آجاتے تو گھبرا جاتے تھے۔ اپنی عمر میں تین بار اپنا سب کچھ صدقہ کر دیا۔ جب اپنے صاحبزادے حضرت مولانا صادق الیقین علیہ الرحمہ کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں خرچ کی تنگی ہوگئی تو رئیس گورکھپوری مولوی سبحان اللہ صاحب نے تین سو روپیہ تار سے بھیجے۔ اس اثنا میں حضرت مولانا صادق الیقین علیہ الرحمہ کو فتوحات کی اتنی کثرت بطور کرامت ہوئی کہ بے نیازی ہوگئی تو حضرت حافظ صاحبؒ نے وہ رقم واپس فرما دی تو مولوی سبحان اللہ نے یہ عرض کیا کہ اگر میری یہ نذر نہ قبول فرمائی گئی تو میرے لیے سخت پریشانی ہوگی اور میں خطرات میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ آپ میری اس نذر کو قبول فرمالیں، چاہے دوسروں پر آپ تقسیم فرمادیں، چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے وہ ساری کی ساری رقم دوسروں پر تقسیم فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا استغنا مرحمت فرمایا تھا کہ حالات پر نظر کر کے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

حضرت کے تعلّقات اکابر زمانہ سے نہایت قریبی تھے۔ آخر زمانہ میں امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کو جو خط تحریر فرمایا اس کا مضمون یہ تھا۔

"فقیر اپنی زندگی کی منزلیں ختم کر کے قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہے۔ اعمال کچھ بھی نہیں تہی دست ہوں۔ رات دن اسی خلجان میں پڑا رہتا ہوں کہ قبر والی منزل کیوں کر کٹے گی اور آخرت میں کیسے گزرے گی۔ آپ عالمِ ربانی ہیں آپ میرے لیے للّٰہ دعا فرما دیجیے کہ میری مغفرت ہو جائے اور وہاں کی پکڑ سے بچ جاؤں۔"

اس کا جو جواب حضرت امام ربانیؒ نے مرحمت فرمایا اس سے تعلّقات کی نوعیّت اور حضرت حافظ صاحب کی عزّت و مرتبت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام ربانیؒ نے جواب تحریر فرمایا:

"حضرت حافظ صاحبؒ! آپ جیسے بزرگ مجھ جیسے ناکارہ سے دُعا کی خواہش فرماتے ہیں آپ جب اس دُنیا سے رُخصت ہوں گے تو قبر میں اللہ کے انوار آپ کو گھیر لیں گے۔ آپ کی عبادتیں، آپ کے مجاہدات کی ریاضتیں یہ سب رحمت و برکت و نور بن جائیں گے جن سے انشاء اللہ سکون ہی سکون ہوگا اور ایسی راحت نصیب ہوگی جس کا یہاں قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

چونکہ حضرت امام ربانیؒ حافظ صاحب کے صاحبزادے کے شیخ بھی تھے۔ اس لیے ان سے خصوصی لگاؤ اور تعلّق تھا۔ اسی طرح اپنے صاحبزادے مولانا صادق الیقین صاحب کے اُستاذ شفیق حضرت تھانویؒ سے بھی نہایت قریبی و خصوصی تعلق تھا۔ حضرت حکیم الاُمّت بہ نفسِ نفیس کرسی کئی بار تشریف بھی لائے اور فرنگی محل کے علماء کرام بارہا تشریف لائے۔ اکابر فرنگی محل کے فردِ فرید یگانۂ روزگار، محقق بے بدل حضرت مولانا عبدالحی دعا کے معاملہ میں حضرت حافظ صاحب کی طرف رجوع فرماتے تھے، چنانچہ موصوف کے خطوط بھی دُعا طلبی کے سلسلہ کے اب تک موجود ہیں۔ پھر دوسرے حضرات کا کیا کہنا۔ دُعا طلبی کے لیے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں برابر خطوط کی آمد جاری رہتی تھی۔ بڑے بڑوں کو ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا وثوق کے ساتھ یقین تھا اور یہ ترکہ حضرت حافظ صاحب کے جدامجد کا، کہ حضرت شاہ نجات اللہ الرحمہ مسلمہ طور پر بڑے عجیب و غریب مستجاب الدعوات تھے۔ اس سلسلے کے واقعات نہایت ایمان افروز ہیں۔

مولانا صادق الیقین علیہ الرحمہ دوسرے حج میں مکّہ مکرمہ ہی میں بیمار ہو کر واصل بحق ہو گئے حافظ صاحبؒ کو جو صدمہ پہنچا اس کا بیان حیطۂ امکان سے قطعاً باہر ہے۔ وطن باہر ہونے پر حضرت حافظ صاحبؒ کے پاس بغرض تعزیّت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ، یعنی والد بزرگوار حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم اور مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ایک ساتھ تشریف لائے اور حضرت حافظ صاحبؒ سے معانقہ کر کے اس طرح روئے کہ اس کی تصویر کھینچنا ناممکن ہے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب تو بلک بلک کر خُوب پھوٹ کر زار زار روئے اور حضرت حافظ صاحبؒ کی حالتِ زار تو ایسی ہو

گئی کہ ترس آتا تھا۔ معاصرین سے حضرت حافظ صاحب کے تعلقات وخط وکتابت کی تفصیل طویل ہے۔

حضرت حافظ صاحبؒ درگاہ اگلی قبر یعنی مغربی قبر میں اپنے جدِامجد حضرت شاہ نجات اللہ صاحب کے آگے محوِخواب ہیں۔ گویا پوتا اپنے دادا کی گود میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔ درگاہ کے اندر بس یہی تین قبریں ہیں۔ یعنی درمیان میں حضرت شاہ نجات اللہ صاحب، اُن کے مشرق میں حضرت شاہ محمد صمدانی صاحب اور اُن کے مغرب میں حضرت حافظ صاحبؒ آرام فرما ہیں۔ (یہ مغربی قبر کی جگہ حضرت مولانا صادق الیقین صاحب کے پدرِ بزرگوار سے اپنے لیے مانگ لی تھی، لیکن علمِ قضا و قدر میں اس طائرِ لاہوتی اور مرغِ بہشتی کے لیے باغِ فردوس مقدر تھا اور گلزارِ معلّٰی کا روزہ کاتبِ تقدیر نے لکھ رکھا تھا، چنانچہ وہ وہیں آسودہ منزل ہوئے اور یہ جگہ آخرکار حافظ صاحب ہی کے حصّہ میں آئی) درگاہ کے بیرونی گوشوں میں اور اکابر خاندان کی قبور ہیں اور درگاہ کے ہر چہار جانب صحن میں بھی افرادِ خاندان خوابیدہ ہیں جن کا بیان ناچیز راقم نے بہ خوفِ تطویل نہیں کیا۔ صرف مولانا صادق الیقین ہی کے آباء و اجداد کا منفرد ذکر کیا ہے، جو ایک نورانی سلسلہ ہے اور یہ کہنا حرف بحرف صحیح ہے کہ:

این سلسلہ طلائے ناب است این خانہ تمام آفتاب است

روضہ کے اندر کی کیفیّت کیا بیان کی جائے۔ یہ بے بصیرت اور بے ادراک تو یہ مثال پیش کرتا ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کھایا ہُوا پیاسا کسی گھنے درخت کی چھاؤں میں پہنچ جائے۔ جہاں آبِ خنک اور ہوائے سرد سے بہرہ یاب ہو جائے، جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت بخشا ہے اور صاحبِ ادراک بنایا ہے، اُن کو جو لذّت و فرحت اور جو کیف و سرور حاصل ہوگا اور جو انوار اُن پر منکشف ہوں گے بس وہی جانیں دوسرا کیا سمجھے۔

اب ہم صاحبِ سوانح حضرت مولانا صادق الیقین علیہ الرحمہ کے احوال لکھتے ہیں جس کے لیے سطورِ بالا تمہید کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ عرض کرنا مبالغہ سے خالی نہیں ہے کہ حضرت مولانا صادق الیقین صاحب علیہ الرحمہ اپنے آباؤ اجداد اکابر اولیاء اللہ کی خصوصیات کا مجموعہ اور خلاصہ تھے۔ اگرچہ آپ نے بعمر ۳۵ سال انتقال فرمایا، لیکن اس مختصر عمر میں فضائل و کمالات مفصّل طور پر اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائے تھے۔

ان کے والد بزرگوار حضرت سراج الیقین رحمۃ اللہ علیہ کو اگرچہ بیٹے سے بعض فقہی مسائل میں قدرے اختلاف تھا، لیکن باوجود اس کے انھوں نے کھلے دل سے فرمایا کہ میرا بیٹا مجھ سے بہت بڑھ گیا ہے اور ایسے تعظیمی کلمات ارشاد فرماتے ہیں جن کا احاطہ بھی احتیاط ہی سے ہو سکتا ہے اور اسی طرح حضرت صاحب سوانح کے استاذ محترم حضرت تھانوی نے اعتراف فرمایا، نیز حضرت گنگوہیؒ نے بھی دل کھول کر تحسین فرمائی ہے۔ نیز موصوف کے تمام اکابر معاصرین اُن کے عاشق تھے اور اُن کے تعلّق سے سب نے مولانا واثق الیقین کے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا جس سے اُن کے اکابر کے خصوصی تعلّق کا حضرت صاحب سوانح کے ساتھ اندازہ ہوتا ہے جو اُن اکابر کی نظر میں حضرت موصوف کی شانِ والاشان تھی۔

حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کے ساتھ حضرت صاحبِ سوانح کا جو رویہ تھا اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایسے طالب پر انوارِ الٰہی اور فیضانِ لامتناہی کی کیسی کچھ بارشیں ہُوئی ہوں گی۔ حضرت اپنے شیخ کی مجلس میں کبھی بلاوضو شریک نہ ہوتے، کبھی حضرت شیخ کو بلاوضو عریضہ نہ لکھتے، کبھی حضرت شیخ کے مرسلہ مکتوب گرامی کو بلاوضو نہ چھُوتے۔ اَدب کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے دو باادب چھانٹے ہیں۔ ایک مولانا صادق الیقین صاحب، دوسرے مولانا محمد یحییٰ صاحب حضرت مولانا کی لطافت و نفاست کی مدح حضرت تھانویؒ جیسا نقاد فرماتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت بطور ہدیہ مربّہ و اچار وغیرہ لے جاتے اس کی نفاست پر تحسین و آفریں حضرت تھانویؒ سے منقول ہے جو حلوہ وغیرہ اُستاد شفیق کے لیے بطور ہدیہ لے جاتے حضرت تھانویؒ ہدایت فرماتے کہ اس کو ہمارے لیے علیحدہ محفوظ رکھا جائے۔ حضرت مولانا کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پہنچتے تو اس طرح ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے، گویا اپنا فرزند سعید بعد مدّت عید کا چاند بن کر آیا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے غایتِ تعلّق و محبّت کی بنا پر فرما دیا تھا، میری اشیاء کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سب مولانا صادق الیقین و مولانا محمد یحییٰؒ کے لیے اصلاً مباح ہیں۔

سلیمہ بنت حامد بن محمد

نفس سے خطاب

میرے ہمدم! تم بھی رونا
لیکن اُس کے خوف سے رونا

جس نے بخشیں تم کو خوشیاں
اور نفرت کے بیج نہ بونا

کچھ بھی کر لے، ہو گا وہی
جو اُس کو منظور ہے ہونا

کر لے پُوری حسرت لیکن
ویسی کاٹنا، جیسی بونا

زر ہے، گھر ہے، بال اور بچّے
پھر کیسا تقدیر کا رونا

ہر نعمت ہے گھر کے اندر
اُس پر کلمۂ شُکر نہ ہونا؟

عجز و ندامت کے اشکوں سے
اکثر اپنے مُنہ کو دھونا

موت بھی اُس کی، جان بھی اُسکی
اپنے بس میں پھر کیا ہونا

چھوڑ دے غافل! زر کی خاطر
دن کا کھونا، رات کا سونا

ٹوٹے گا تو ہو گا خاکی
تو مٹی کا ایک کھلونا

قبر ہی تیرا اصلی گھر ہے
پھر کیا تیرا بے گھر ہونا

رونا ہے، عصیاں پہ رو لے
ورنہ یہ کس کام کا رونا

لیلائے دُنیا کے پیچھے
دیکھو، اپنے دن نہ کھونا

مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

سوال: حال ہی میں لاہور میں کم از کم مڈل پاس لڑکیوں کی عربی دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے۔ اب اس مدرسہ میں عورتوں کو عربی زبان سکھانے کا ایک کورس شروع کیا گیا ہے یہ کورس چھ ماہ چلے گا۔ لاہور کے مختلف علاقوں سے اس کورس میں شرکت کے لیے عورتیں آتی ہیں۔ کچھ علاقوں کی طالبات کے لیے سواری کا بندوبست کیا گیا ہے جبکہ دیگر علاقوں سے آنے والیوں کو کہا گیا ہے کہ وہ آنے جانے کا اپنا بندوبست کریں۔ اس کورس سے غرض یہ ہے کہ تبلیغی جماعت میں جو عرب عورتیں آتی ہیں اُن کی ترجمانی کے لیے عربی جاننے والی عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اپنی اہلیہ کو گھر پر عربی سکھا رہا ہوں، لیکن کچھ لوگوں کی جانب سے مجھ سے بھی یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ میں بھی اپنی اہلیہ کو اس کورس میں شرکت کے لیے بھیجوں۔ کیا میں اپنی اہلیہ کو اس کورس میں شرکت کی اجازت دے دوں؟ اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب حامدا ومصليا۔

ہمارے ہاں لڑکیوں کے درسِ نظامی کے کچھ مدارس ایک عرصہ سے چلے آ رہے تھے، لیکن اب کچھ مدّت سے لڑکیوں کے ان مدارس کو نئی تحریک و ترغیب ملی ہے، اور جا بجا یہ مدارس کھلنے لگے ہیں۔

لڑکیوں اور عورتوں کی دینی تعلیم کے نص اور عقل دونوں کے اعتبار سے ضروری ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے۔ طلب العلم فريضة على

کل مسلم یعنی (ضرورت کا دینی) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگرچہ کُلِّ مُسلِم میں مسلمان عورت بھی شامل ہے لیکن ایک روایت میں "مُسْلِمَةٍ" کا اضافہ بھی آیا ہے جس سے اس کی اور تاکید معلوم ہوئی

پھر طلب علم کے مختلف درجات ہیں اور مسلمان عورت کے لیے اُن کو حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس درجے تک اسکو جائز اسباب و وسائل مہیّا ہوں وہ علم حاصل کرسکتی ہے۔

چھوٹی بچّیوں کے لیے چونکہ پردے اور حجاب کی پابندیاں نہیں ہیں، لہٰذا اُن کے لیے قرآنِ پاک کے اور ابتدائی دینی تعلیم کے مدارس کا ہونا قابلِ فہم ہے۔

لیکن بڑی بچّیاں جوکہ بالغ یا مراہق (قریب البلوغ) ہوں اُن کیلئے اور عورتوں کے لیے درسِ نظامی کے مدارس کا قیام خواہ وہ کل وقتی یعنی اقامتی ہوں یا ان میں جزوقتی تعلیم ہوتی ہو محلِ نظر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ عورتوں کے لیے بلاضرورتِ شدیدہ گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے اُن کی دینی ضروریات کو پورا کرنا، اُن کے مردوں کے ذمّے ہے۔ عورتوں کی ضرورت کا کوئی مسئلہ ہو اُن کے مردوں کو چاہیے کہ وہ خود اس کا حل اور جواب معلوم کر کے عورتوں کو بتائیں، البتہ اگر اُن کے مرد اُن کی اس ضرورت سے لاپرواہی برتیں تو عورتیں ضرورت کا وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے خود نکل سکتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارے دَور میں عورتوں کا بلاضرورت گھروں سے باہر نکلنا ایک عام رواج بن چکا ہے لیکن جو نکلنا دنیوی کاموں کے لیے ہو اس کی بُرائی کا ایک احساس خود بہت سی نکلنے والیوں کو ہوتا ہے یا اُن کو یہ احساس بآسانی دلایا جاسکتا ہے، لیکن اگر یہی نکلنا دین کے نام پر ہو تو دِل میں اُس کی عزیمت اور فضیلت بیٹھ جانے کے بعد پھر کیوں کر اُس کو مکروہ اور غلط سمجھا جاسکے گا۔

درسِ نظامی کی تعلیم کے لیے لڑکیوں اور عورتوں کا نکلنا ضرورتِ شدیدہ میں نہیں آتا، کیونکہ بہرحال اُمّت میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے کہ فرضِ کفایہ کے درجے کا جو علم مرد اس کو حاصل کرتے ہیں اور کسی بھی زمانے میں یہ خیال نہیں کیا گیا کہ عورتوں کی دینی ضرورت فقط عالم عورتوں سے پوری کی جائے اور نتیجتًا عالمات کی کھیپ تیّار کی جائے۔

بڑی لڑکیوں کے مدارس میں دلچسپی لینے والے ان مدارس سے حاصل ہونے والے فوائد ہی کو دلیل جواز بناتے ہیں لیکن ہمیں ایسے مدارس کے قیام کے جواز کی کوئی دلیل نہ ملی بلکہ عدم جواز کے مرجحات

بہت سے نظر آئے۔

جز وقتی مدارس اور اُن کے مفاسد

جز وقتی مدارس سے ہماری مراد وہ مدارس ہیں جہاں لڑکیاں پڑھائی کے لیے روزانہ جاتی ہیں اور چند گھنٹے سبق پڑھ کر گھروں کو واپس آجاتی ہیں۔

(۱) با جماعت نماز ادا کرنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں آنے کو دَورِ صحابہ ہی سے مکروہ سمجھا گیا، حالانکہ ہمارے اعتبار سے اس وقت جو تغیر آیا ہوگا وہ اقل قلیل ہوگا، لیکن پھر بھی خیر القرون میں جماعت کے لیے نکلنے کو پسند نہیں کیا گیا۔ وجہ فتنہ اور اس کا اندیشہ تھا۔ ہمارے دَور میں تو یہ وجہ کہیں زیادہ پیمانہ پر موجود ہے۔ چند ایک واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ہمارے جامعہ مدنیہ ہی کے ایک بزرگ استاذِ حدیث جن کا گھر اور مسجد لڑکیوں کے ایک معروف مدرسہ کے قریب ہے خود اُن کی زبانی ہے کہ ایک مرتبہ مدرسہ کی چند لڑکیاں اُن کے گھر میں آگئیں کہ ان کو کہیں فون کرنا تھا اور چونکہ کہیں اور سے فون نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ اُن کے ہاں فون کرنے آگئی تھیں۔ یہ چیز خود فتنہ نہیں تو اور کیا ہے؟

(۲) تمام لڑکیوں کو یہ سہولت میسر نہیں ہو سکتی کہ ان کے پاس اپنی سواری ہو یا مدرسہ کی جانب سے سب کے لیے باپردہ سواری کا اہتمام کیا گیا ہو۔ اور اگر کیا بھی گیا ہو تو وہ اس کے اخراجات کا تحمل بھی کر سکتی ہوں۔ لہٰذا ایسی بہت سی لڑکیاں بسوں اور ویگنوں میں سفر کریں گی جس میں لامحالہ مردوں سے اختلاط ہوگا۔ یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے بلکہ مشاہدہ کی بات ہے۔

(۳) چونکہ عام طور سے ان مدارس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ لڑکیاں کم از کم آٹھویں پاس ہوں لہٰذا اس تعلیم کی ابتداء عام طور سے لڑکیوں کی بلوغت کے بعد یا بلوغت کے قریب ہوتی ہے۔ اب یہ نصاب پانچ چھ سال چلے گا تو پڑھنے پڑھوانے والوں کو ترغیب ہوگی کہ وہ تکمیل تعلیم کی خاطر نکاح کو مؤخر کریں حالانکہ حدیث میں جوڑ ملنے کے بعد دیر کرنے سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے۔

(۴) جو لڑکی پانچ چھ سال روزانہ گھر سے نکل کر مدرسہ جائے گی تو گھر سے باہر نکلنا اس کی عادتِ ثانیہ بن جائے گی۔ پھر بعد میں اس سے کیونکر توقع کی جا سکے گی کہ وہ گھر میں ٹک کر بیٹھے۔

(۵) یہ بھی مشاہدہ کی بات ہے کہ بعض لڑکیاں محض وقت گزاری کے لیے مدرسہ میں داخلہ لے لیتی

ہیں۔ وہ خواہ کچھ وقت تعلیم کو بھی دیتی ہوں، لیکن وہ غیر نصابی گفتگو کے لیے وقت اور موقع نکال ہی لیں گی اور پھر یہ بالغ لڑکیاں جنہوں نے پہلے ہی کچھ دُنیا دیکھ رکھی ہے اُن کی گفتگو سے دوسری لڑکیوں پہ کیا اثرات پڑ سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

اور اگر ایسی لڑکیاں نہ بھی ہوں تب بھی آپس میں مل بیٹھ کر غیر نصابی باتیں کرنے کا موقع ملے گا۔

یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ خرابیاں تو لڑکوں کے مدارس میں بھی ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ایک واضح فرق لڑکیوں کی فطری کمزوریاں ہیں، اور ان کا فطری ٹیڑھ پن ہے۔

کل وقتی یا اقامتی مدارس اور اُن کے مفاسد

① زوجین میں فرقت کے بعد نو سال کی عمر کے بعد لڑکی کی پرورش کا حق باپ کو ہوتا ہے اور یہ حق درحقیقت ایک ذمّہ داری پر مبنی ہے جو یہ ہے کہ بچّی کی حفاظت کی ذمّہ داری باپ پر ہے۔ عورت چونکہ اس ذمّہ داری کی اہل نہیں لہٰذا یہ ذمہ داری مرد یعنی باپ پر ڈالی گئی، عورت یعنی ماں پر نہیں۔

اقامتی مدارس میں چونکہ نگران اور ذمّہ دار عورتیں ہوتی ہیں لہٰذا ان پر ایک ایسی ذمّہ داری ڈالی جاتی ہے جس کا شریعت اُن کو اہل نہیں سمجھتی۔

② لڑکیوں کی فطری کمزوریوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو لڑکیوں کا مستقل اجتماع نامناسب ہے۔

③ عورتوں میں کامل کم ہی ہوتی ہیں۔ اس دَورِ انحطاط میں جہاں مردوں میں کمال کم ہوتا جا رہا ہے وہاں عورتوں میں بھی نقصان بڑھتا جا رہا ہے۔ صحیح تربیت کرنے والی اُستانیاں تو کبریتِ احمر ہیں۔ نتیجتاً اپنی اُستانیوں کی کمزوریوں کو اخذ کر لیں گی اور چونکہ عورتوں کا دیگر صاحب کمال سے ملنا شاذونادر ہوتا ہے لہٰذا وہ کمزوریاں ساری عمر کا روگ رہیں گی۔

④ یہاں بھی یہ ترغیب رہے گی کہ تکمیل تعلیم کی خاطر نکاح کو مؤخر کیا جائے۔

دونوں قسموں کے مدارس کے ان مفاسد کے ہوتے ہوئے ہم نہیں سمجھتے کہ کسی بھی طور سے ان مدارس کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ ہر اعتبار سے ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

بالغ لڑکیوں اور عورتوں کی دینی تعلیم کا متبادل طریقہ

جو متبادل طریقہ ذکر کیا جا رہا ہے یہ وہ اسلم و احوط طریقہ ہے جس پر خیر القرون سے عمل ہوتا چلا آیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ اصحاب علم اپنی بچیّوں اور عورتوں کو خود تعلیم دیتے تھے۔ پھر جس کی جتنی استعداد ہوتی تھی وہ اس کے بقدر تعلیم حاصل کرتی تھی۔ فرض تعلیم تو ہر لڑکی اور عورت کو حاصل کرنا ہی ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان کو اور عربی میں دینیات کو سیکھنا سکھانا ہوتا رہا۔ ہم نے خود بعض اہلِ علم حضرات کو اس جانب خصوصی توجہ کرتے دیکھا، لیکن اس دورِ انحطاط میں اب اس جانب سے بھی غفلت ہونے لگی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں دین کے اور شعبوں میں کام ہو رہا ہے اور اہلِ علم حضرات ان میں دلچسپی لے رہے ہیں وہیں اس شعبہ کو بھی ضروری خیال کریں اور اپنی ذمّہ داری اور مسئولیت کو سمجھتے ہُوئے مستقل طور پر کچھ وقت نکال کر اپنے گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو دینی تعلیم دیں اور ہر ایک کی قابلیّت و استعداد اور شوق و دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ان پر محنت کریں۔ آخر یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ دُنیا کو تعلیم دینے کی فکر کریں اور اپنے گھر کے افراد کی تعلیم کو نظرانداز کردیں۔ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہر سال مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب یا اُن کی اکثریّت اس طرف توجّہ اور محنت کرے تو علم دین سے مزیّن عورتوں کی ایک بڑی تعداد نظر آنے لگے اور ظاہر ہے کہ ان ہی گھرانوں میں سے عربی علوم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی کثیر تعداد بھی نکل آئے گی۔ وہ یہ تفسیر بھی پڑھیں حدیث بھی پڑھیں، فقہ بھی پڑھیں اور اُصول فقہ کی بھی کچھ پہچان حاصل کریں۔ بہت کچھ کام ہوسکتا ہے۔ بس توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ تھوڑا تھوڑا وقت بھی روزانہ دیتے رہیں تو بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح وہ حضرات جو اگرچہ علماء نہیں، لیکن دین کے ساتھ قلبی و عملی تعلّق رکھتے ہیں خواہ اُن کی وابستگی اہلِ تصوّف سے ہو یا اہلِ علم سے یا تبلیغی جماعت سے اُن کے بڑے ان پر زور دیں کہ وہ خود بھی بُنیادی دینی تعلیم علماء سے حاصل کریں اور اپنے گھر کی عورتوں کو بھی سکھائیں اس کے لیے آدھا گھنٹہ بھی روزانہ دیا جائے تو چند مہینوں میں اُن کی عورتیں بُنیادی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوسکتی ہیں۔

اَب یہ لڑکیاں اور عورتیں آگے پاس پڑوس کی عورتوں اور بچّیوں کو دینی تعلیم سکھانے کی ذمّہ داری لیں۔

حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا عورتوں کی تعلیم کے بارے میں قولِ فیصل

عورتوں کو علمِ دین گھر پر ہی پڑھانا چاہیے: اس کی روح دو امر ہیں ایک یہ کہ ان کو صرف علم دین پڑھایا

جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ تعلیم خاص طرز سے متفرق طور پر گھروں میں ہونا چاہیے۔ مدارس کے طرز پر مجتمع طور پر نہ ہونا چاہیے کہ شریعت نے بلا ضرورتِ شدیدہ ان کے اجتماع وخروج عن البیوت (گھروں سے نکلنے) کو پسند نہیں کیا اور واقعات نے بھی اس کے مفاسد ایسے دکھلا دیے کہ بجز متعامی (خود اندھا بننے والے) کے اعمٰی (اندھے) نے بھی اُن کو دیکھ لیا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس اجتماع کو جس درجہ نگرانی کی ضرورت ہے وہ عورتوں سے بن نہیں پڑتا کہ وہ خود مستور (پردے میں رہنے والی) اور مردوں کے دخل میں وہ نگرانی پھر کہاں رہی کہ اس نگرانی کا حاصل یہی عدم اختلاط بالرجال (مردوں سے میل جول نہ رکھنا) تو تھا ہی تو نگرانی تو کم اور خروج عن البیت کے بعد مواقع فساد میں وسعت ہوگئی۔

دوسرے معلمہ اگر شریف و متدین و شفیق و ذی اثر و با وجاہت و بارعب ہو تو اس کا نوکر رکھنے کے لیے میسر ہونا قریب بہ محال اور جو نوکر رکھنے کے لیے مل سکتی ہے۔ وہ ان اوصاف سے معرّٰی جس کی صحبت مردوں سے زیادہ خطرناک ہے" (ص۵۱، معارف حکیم الامّت رحمہ اللہ۔ مولانا ڈاکٹر عبدالحئی رحمہ اللہ)

مولانا رحمہ اللہ کے اس قول فیصل سے ہماری بات کو بڑی تائید حاصل ہوئی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ مولانا رحمہ اللہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔

تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی دینی ضروریات کے لیے کافی وافی نہیں۔ دو وجہ سے۔ اوّلاً پردہ کے سبب سے سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا تقریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد بھی میسّر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا اہتمام نہیں ہوتا تو دوسروں کے لیے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے۔ پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق دشوار ہے اور اگر اتّفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگئی یا کسی کے گھر میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں۔ ایسی بے تکلّفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا عادتاً ناممکن ہے تو عورتوں کی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں۔ پس کچھ عورتوں کو متعارف طریقہ سے تعلیم دینا واجب ہوا (کیونکہ) واجب کا مقدمہ (ذریعہ) واجب ہوتا ہے گو بالغیر سہی۔

(ص ۲۶۳، اصلاح خواتین حوالہ اصلاح انقلاب، ص: ۲۶۵، ج:۱)

(باقی صہ۶۱ پر)

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حضرت قاضی ابو یُوسُفؒ کا مرض الوفات میں علمی مذاکرہ

کمال الدّین محمدّ بن عبد الواحد المعروف بہ ابن الہمام رحمہ اللہ (متوفی ۶۸۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"ابراہیم بن الجراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مَیں قاضی ابو یُوسُفؒ سے اُن کے مرض الوفات میں ملنے کے لیے گیا مَیں نے دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے جب آپ کو افاقہ ہُوا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں اور میری طرف دیکھ کر

فرمایا ! اے ابراہیم بتلاؤ حاجی کے لیے کیا افضل ہے؟ پیدل رمی کرے یا سوار ہوکر؟

مَیں نے عرض کیا پیدل کرنا افضل ہے، فرمایا غلط ہے۔

مَیں نے عرض کیا سوار ہو کر کرنا افضل ہوگا۔ فرمایا غلط ہے۔

پھر آپ نے خود ہی فرمایا کہ ہر وہ رمی جس کے بعد وقوف ہو اُسے پیدل کرنا افضل ہے اور ہر وہ رمی جس کے بعد وقوف نہ ہو وہ سوار ہو کر کرنا افضل ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے مَیں آپ کے پاس سے اُٹھا ابھی دروازے تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز آنے لگی۔ معلوم ہُوا کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے۔ مجھے اس حالت میں آپ کی علمی حرص پر بڑا ہی تعجب ہوا[۱]

امام ابو زرعہؒ کے آخری لمحات

حضرت امام ابوزرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فرّوخ رازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) علم حدیث کے مشہور امام ہیں اور اس فن میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے ہمسر سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت امام مسلم، حضرت امام ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ کے استاذ

---

[۱] فتح القدیر ج ۲، ص ۳۹۵، البحرالرائق، ج ۲، ص ۳۵۰۔

ہیں ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"صحیح احادیث کی تعداد سات لاکھ سے اُوپر ہے اور اس نوجوان (یعنی ابوزرعہ) نے چھ لاکھ حدیثیں حفظ کر لی ہیں"۔

امام ابوزرعہؒ خود کہا کرتے تھے کہ

"مجھے ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو "قل ھو اللہ" یاد ہوتی ہے"۔

تاریخ میں آپ کی وفات کا عجیب واقعہ منقول ہے۔ ہم یہ واقعہ مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ العالی کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

" ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے، ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقینِ میّت کی حدیث کا خیال آیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اپنے مُردوں کو لا الٰہ الّا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہ سے شرمارہے تھے، اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی، آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہیے، چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رُک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی، اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا حدثنا بندارؒ حدثنا ابوعاصم حدثنا عبد الحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مرّۃ الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "من کان آخر کلامہٖ لا الٰہ الّا اللہ، اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طائرِ روح قفسِ عنصری سے عالَم قدسی کی طرف پرواز کر گیا، پوری حدیث یوں ہے "مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔

مولانا فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان سعید روحوں

کو کیسا گہرا تعلق تھا کہ دمِ واپسیں تک علم و عمل کا ساتھ رہا رضی اللہ عنہ۔"[1]

ایک مناظرہ

شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴۱ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

نقل کیا گیا ہے کہ ایک نصرانی طبیب حاذق ہارون رشید کے پاس آیا، ایک دن اس نے علی بن حسین واقدی سے مناظرہ کیا، کہنے لگا کہ تم (عیسٰی کے خدا کا جزء ہونے کے منکر ہو حالانکہ) تمہاری کتاب (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی (علیہ السّلام) اللہ کا جز ہیں اور وہ یہ آیت ہے اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (بے شک مسیح جو ہے عیسٰی مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی۔)

واقدی نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔" وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ــ اور کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے ــــ اور فرمایا کہ اس صورت میں تو لازم آئے گا کہ جمیع اشیاءِ عالَم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا جز ہوں۔ یہ سُن کر وہ نصرانی طبیب ششدر رہ گیا اور اسی وقت اسلام لے آیا ہارون رشید اس پر بہت ہی خوش ہوا اور واقدی کو خلعتِ فاخرہ سے نوازا۔"[2]

۱۲ ربیع الاوّل اور سیرت کا جلسہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء) تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل کے موقع پر حضرت (مدنی قدس سرہ) سہارن پور تشریف لائے ہوئے تھے، اہلِ شہر نے اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں سیرت کا جلسہ ہے، زکریا نے کہہ دیا کہ اَب مولود کا نام سیرت ہوگیا۔ نہ معلوم حضرت مدنی قدس سرہٗ کس خیال میں تھے، سختی سے انکار فرما دیا کہ مَیں نہیں آؤں گا اور خُوب ڈانٹا کہ تم لوگوں کو عقیدت ساری ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو آتی ہے۔ سال میں کبھی توفیق ہُوتی ہے جلسہ کرنے کی؟

---

[1] ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۸۹ [2] حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج ۱، ص ۲۴۵

لوگوں نے کہا حضرت، ہم تو ہر وقت متمنی رہتے ہیں کوئی مانتا نہیں، سُنتا نہیں ——— حضرت نے فرمایا کوئی سُننے کے لیے تیار ہو تو میں سُنانے کے لیے تیار ہوں، لوگوں نے اپنی حماقت میں استقبال کا خوب اظہار کیا، حضرت قدس سرہ نے ہر ہفتہ تشریف لانے کا وعدہ فرمالیا اور جمعرات کی رات اس کے لیے متعین ہو گئی۔ اس لیے کہ جمعہ حضرت کا کئی کئی ماہ کا پہلے سے موعود ہوتا تھا۔ تقریبًا چار ماہ مسلسل اگر کسی دوسری جگہ کا طویل سفر نہ ہوتا تو حضرت جمعرات کی شب کو ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لاتے اسٹیشن سے سیدھے جامع مسجد جاتے اور نماز کے بعد وعظ شروع فرماتے، ساڑھے بارہ ایک بجے اس سیہ کار کے گھر تشریف لاتے"۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اندازِ سخاوت

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) رقمطراز ہیں۔

"ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنتِ صدّیق رضی اللہ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دُعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو ام المؤمنین بھی اس فقیر کو دُعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں، کسی نے کہا اے ام المومنین آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس طرح وہ آپ کو دُعا دیتا ہے آپ بھی دُعا دیتی ہو۔ فرمایا کہ اگر میں اس کو دُعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے گا۔ اس لیے کہ دُعا صدقہ سے کہیں بہتر ہے اس لیے دُعا کی مکافات دُعا سے کر دیتی ہوں تاکہ میرا صدقہ خالص رہے کسی احسان کے مقابلہ میں نہ ہو"۔[2]

حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی صاحبزادی کا علمی مقام

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں "ایک زمانہ میں وہاں (بھوپال) کے مفتی اعظم مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب تھے (جو مولانا عبدالحی بڈھانوی رح حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے پہلے خلیفہ اعظم کے صاحبزادے تھے) مولانا مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کا حال بھوپال کے لوگوں نے بیان کیا اور میرے استاذ مولانا حیدر حسین خان صاحب بیان کرتے تھے کہ اُن

---

[1] آپ بیتی نمبر ۴ ص۲۷ [2] سیرت المصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم: ج ۱، ص: ۳۳۱

کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا اور اس میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اس فکر میں پڑ جاتے کہ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے تو کہتے ابھی آتا ہوں اور گھر میں جاکر اپنی اہلیہ سے جو حضرت شاہ اسحاق صاحبؒ کی صاحبزادی تھیں پوچھتے کیا آپ نے اپنے والد صاحب سے کوئی روایت سُنی ہے یا اس مسئلہ میں آپ کے علم میں کوئی بات ہے؟ اور آکر فیصلہ کرتے اور بعض اوقات تو بلاتکلّف کہہ دیتے میں ذرا بیوی صاحبہ سے پُوچھ آؤں"۔[1]

روزنِ دیوار سے مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی اپنے کالم "روزنِ دیوار سے" میں لکھتے ہیں۔

"چند برس پہلے ایک پارٹی میں میری ملاقات ایک امریکی لڑکی سے ہُوئی اس کا نام غالباً باربرا مٹکاف تھا میں اس سے گفتگو کے لیے قیام امریکہ کے زمانے کی اپنی بچی کھچی انگریزی "جمع" کرنے میں مشغول تھا کہ اس نے میرے قریب سے گزرتے ہُوئے مجھے "ہیلو" کہا میں نے اپنا تعارف کرایا میرا نام عطاء الحق قاسمی ہے وہ یہ سُن کر میرے قریب آگئی اور اُس نے نہایت شستہ اُردو میں کہا "تب تو آپ یقیناً دیوبندی مسلک مسلک کے مسلمان ہیں آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حوالے سے قاسمی کہلاتے ہوں گے"۔ ایک امریکن لڑکی کی زبان سے یہ مکالمے سُن کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے تاہم میں نے اپنے حواس مجتمع کیے اور کہا۔ "ہمارے اپنے خاندان میں ایک مولانا محمدؒ قاسم گزرے ہیں ہم اُن کی نسبت سے قاسمی کہلاتے ہیں۔ کچھ دیر بعد اس نے جامعہ اشرفیہ کا ذکر کیا پھر خیر المدارس ملتان کا حوالہ دیا اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ وہ دیوبندی مسلک سے متعلق اداروں اور افراد پر امریکہ کی کسی یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر رہی ہے اور چلتے چلتے اس نے اس امر پر تاسف کا اظہار بھی کیا کہ تمہارا تعلق علماء کے خاندان سے ہے اور تم نے ڈاڑھی نہیں رکھی بلکہ قلمیں بڑھائی ہُوئی ہیں جین پہنی ہُوئی ہے اور پھر اس قسم کا کوئی مصرعہ بھی پڑھا کہ تفو بر تو اے چرخ گردو تفو وغیرہ وغیرہ!"[2]

---

[1] خواتین اور دین کی خدمت، ص: ۴۳ -

[2] نوائے وقت ملتان ۱۴ دسمبر ۱۹۸۵ء

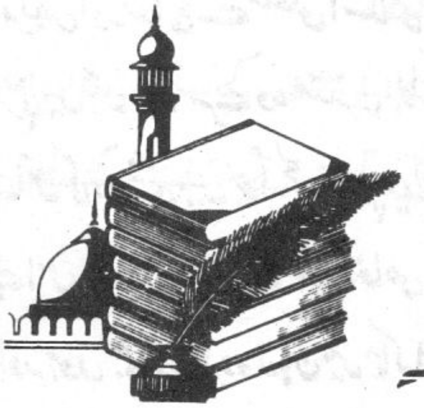

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : مریض و معالج کے اسلامی احکام

تالیف : مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

صفحات : ۳۰۷

سائز : ۳۶×۲۳ / ۱۶

ناشر : مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

قیمت : ۱۱۰/ روپے

مرکز علوم اسلامیہ جامعہ مدنیہ لاہور کو جہاں یہ شرف حاصل ہے کہ اس سے بڑے بڑے علماء، فضلاء، قراء، حفاظ، اصحابِ علم و فضل اصحابِ درس و افتاء نکلے ہیں وہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہاں سے ایک معتدبہ تعداد محققین و مصنّفین کی بھی پیدا ہوتی ہے۔ انہی میں سے ایک حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب بھی ہیں۔ آپ کی شخصیت علمی حلقوں میں جانی پہچانی ہے آپ جامعہ کے فاضل اور جامعہ ہی میں استاذ الحدیث اور مفتی ہیں۔ آپ ایک ماہر ایم بی بی ایس ڈاکٹر بھی ہیں اور داتا دربار ہسپتال میں پچھلے ٹائم سروس کرتے ہیں۔ متعدد کتب آپ کے شاہکار قلم سے نکل چکی ہیں، مختلف رسائل بالخصوص ماہنامہ انوارِ مدینہ میں آپ کے علمی و تحقیقی مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے ایک انمول اور تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ہے "مریض و معالج کے اسلامی احکام" جو اس وقت راقم کے پیشِ نظر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تصنیف اس سلسلہ کی ایک انتہائی اہم اور پہلی تصنیف ہے۔

مریض اور معالج سے متعلّق اسلامی فقہی احکامات اگرچہ فقہ کی کتابوں میں بہت کچھ موجود ہیں، لیکن ایک تو وہ عربی میں ہیں، دوسرے وہ متفرق ابواب میں بکھرے ہوئے ہیں اور تیسرے یہ کہ بعض جدید تحقیقات اور وسائل کی روشنی میں جو اُلجھنیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا حل صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ خاص مریض و معالج سے متعلّق احکام ایک جگہ اکٹھے کر دیے جائیں اور ہوں بھی وہ اُردو زبان میں تاکہ ان سے عام طور سے استفادہ کیا جا سکے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں ان بہت سی ضرورتوں کے پُورا کرنے کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، جہاں مریض و معالج سے متعلّق عملی احکامات فقہی ترتیب سے دیے گئے ہیں۔ یعنی اوّلاً طہارت پھر عبادات، نکاح، طلاق حدود و قصاص، دیت اور علاج و دوا سے متعلّق مسائل و احکام۔ وہیں بعض ایسے مباحث بھی ہیں جن میں جدید تحقیقات کی روشنی میں پیش آنے والے اشکالات کو علماءِ سلف کی موافقت میں حل کیا گیا ہے، مثلاً فساد و عدمِ فسادِ صوم سے متعلّق اشکالات، جنین کی تعیینِ جنس پر اشکال، مرد و عورت کی دیت میں فرق پر اشکال وغیرہ۔

نیز اس کتاب میں جدید مسائل مثلاً مصنوعی تخم ریزی، ٹیسٹ ٹیوب بار آوری ضبطِ ولادت، تعدیہ امراض، اعضاء کی پیوند کاری اور پوسٹ مارٹم معائنہ سے متعلّق مسائل کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب نہ صرف طبیب و معالج کے لیے (خواہ وہ کسی بھی طرزِ علاج سے تعلّق رکھتا ہو) ایک ضرورت کی چیز ہے بلکہ مریضوں کے لیے بھی مفید و راہنما ہے۔ اور چونکہ عادتاً ہر شخص ہی کو مرض سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ہر شخص کی ضرورت کی چیز ہے۔ علماء و طلباء بھی اس سے خاطر خواہ حد تک مستفید ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں مریض و معالج سے متعلّق بے شمار فقہی احکام و مسائل کو یکجا کر دیا گیا ہے جس سے مسئلہ کی تلاش میں سہولت رہتی ہے۔

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی اور ایک اہم تصنیف ہے جو آگے چل کر اس سلسلہ میں تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے نشانِ راہ ثابت ہوگی۔

اس کتاب کی تصنیف پر ڈاکٹر صاحب بجا طور پر مُبارک باد کے مستحق ہیں۔ جامعہ کے لیے بھی اس کتاب کی اشاعت باعثِ فخر ہے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو اس

جیسے تحقیقی کام کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

خوب صورت ڈسٹ کور سے مزین عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ مذکورہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ طب جدید اور طب قدیم سے تعلّق رکھنے والے حضرات کے لیے انتہائی اہم تحفہ ہے۔

نام کتاب : خطباتِ سواتی (جلد اوّل)

افادات : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت برکاتہم

مرتّب : الحاج لعل دین ایم۔اے۔

صفحات : ۳۷۶

سائز : ۲۰×۲۶/۸

ناشر : مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ

قیمت : ۹۰/

ایک زمانہ تھا کہ وعظ و نصیحت اور تقریر و خطاب کے ذریعہ دین کی اشاعت و تبلیغ اور عوام النّاس کی اصلاح و ہدایت کا کام لیا جاتا تھا، جیسا کہ ہمارے اسلاف و اکابر کے خطبات و مواعظ اس پر شاہد ہیں۔

لیکن اس دَورِ جدید میں جہاں ہر چیز تغیّر و تبدل کا شکار ہے وہیں خطبات و مواعظ کا مقصد بھی بدل گیا ہے، اب اس نے ایک آرٹ اور فن کی حیثیّت اختیار کر لی ہے اور اُس کے متعلّق مستقل طور پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ مثلاً "آپ تقریر کیسے کریں" "فنِّ تقریر" "فنِّ خطابت" "تقریر کرنا سیکھیے"، وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے اسلاف و اکابر کے خطبات و مواعظ سے لوگوں کی اصلاح ہوتی تھی۔ ہزاروں لوگ اُن کی مجلسِ وعظ و خطاب سے ہدایت یافتہ اور توبہ تِلّا کر کے اُٹھتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ واعظین اور خطباء حضرات خود نیک و صالح ہوتے تھے۔ خُدا خوفی اور عوام کی ہدایت کے جذبہ سے وعظ کہتے تھے، لیکن اِس دَورِ جدید میں نہ خود واعظ و خطیب حضرات تقوٰی و طہارت سے آراستہ ہیں نہ اُن کے وعظ میں خُدا خوفی اور مخلوق کی ہدایت و اصلاح کا رنگ ہوتا ہے۔

راقم نے بعض واعظین کی تقریریں سُن کر یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ ان کی تقریروں کے سُننے سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے، کیونکہ اُن کی تقاریر۔ تقاریر نہیں بلکہ باقاعدہ ایک اسٹیج ڈرامہ تھا جس میں لطیفہ گوئی، ایک دوسرے پر پھبتی کسنا، غیبت کرنا نقل اُتارنا ایک عام بات تھی، معمولی معمولی باتوں کو چیخ کر اور گا گا کر بیان کرنا اُن کی تقریر کا خاص انداز تھا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب کا حال ایک جیسا ہے، ہر دَور میں ہر طرح کے لوگ رہے ہیں، اس گئے گزرے دَور میں بھی کچھ اللہ والے ایسے موجود ہیں جن کے وجود سے دُنیا قائم ہے اور اُن کے وعظ و نصیحت عبرت آموز اور سحر انگیز ہیں۔ اُنہی میں سے ایک ہستی حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی صاحب دامت برکاتہم بانی و مؤسس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے آپ کو متصف فرمایا ہے، وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہیں آپ ایک طویل عرصہ سے جہاں دینِ متین کی دیگر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہیں آپ نے ۱۹۵۲ء سے مدرسہ نصرت العلوم کی وسیع و عریض مسجد کی خطابت کا کام بھی سنبھالا ہوا ہے اور تا حال آپ ہی خطبہ جمع ارشاد فرما رہے ہیں۔

تقریباً ۲۵، ۲۶ برس بعد آپ کے معتقدین و متوسلین کو آپ کے خطبات محفوظ کرنے کا خیال آیا، چنانچہ ۱۹۷۸ء سے آپ کے قیمتی خطبات کو ٹیپ رکاڈر کے ذریعہ کیسٹ میں محفوظ کرنا شروع کیا گیا، ابتداءً تو یہ خطبات تسلسل کے ساتھ محفوظ نہ کیے جاسکے، البتہ ۱۹۸۱ء سے بڑی باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ آپ کے یہ خطبات محفوظ کیے جا رہے ہیں خُدا کرے آگے بھی یہ سلسلہ جاری رہے تاکہ مافات کی مکافات ہو جاتے، اب یہ قیمتی سرمایہ کیسٹ سے نقل کر کے کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب "خطبات سواتی" اسی کا نقشِ اوّل ہے اس جلد میں حضرت کے متنوّع الاقسام ۲۲ خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔

ان خطبات میں حضرت صوفی صاحب کا انداز یہ ہے کہ خطبہ کے بعد آیت کریمہ تلاوت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تشریح بیان فرماتے ہیں اور اس میں موضوع سے متعلق احادیثِ مبارکہ تعاملِ صحابہؓ اور بزرگان دین کے ارشادات و واقعات پیش فرماتے ہیں۔ ضمناً مسائل کی تخریج اور ملکی و بین الاقوامی حالات پر تبصرہ اور معتدل انداز میں فرق باطلہ کی تردید بھی آجاتی ہے ایک اہم چیز ان خطبات میں وہ سوال و جواب ہیں جو اکثر خطبات کے آخر میں درج ہیں۔ ان میں سے

بعض جوابات سے گو اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن اکثر جواب ایسے ہیں جو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کی مشقّت سے بچا دیتے ہیں۔

ان خطبات میں حضرت کا انداز انتہائی سہل و آسان ہے جسے عام آدمی بھی بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور چونکہ حضرت صوفی صاحب بڑے اور جیّد علماء میں سے ہیں۔ اس لیے ان خطبات میں مواد بھی اس قدر ہے جس سے علماء، طلباء اور عوام سب ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

ان خطبات کا اصل لُطف تو یقیناً وہی اُٹھاتے ہوں گے جو بالمشافہ حضرت کے ارشادات سُنتے ہوں گے، البتّہ دُور دراز کے لوگ جو حضرت کے خطبۂ جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتے اُن کے لیے کتابی شکل میں یہ خطبات نعمتِ باردہ سے کم نہیں۔

خُوب صُورت ڈائی دار جلد کے ساتھ مزیّن خطبات کی یہ پہلی جلد انتہائی مناسب نرخ پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔ (ن ۔ ا)

بقیہ : دارالافتاء

اس عبارت میں یہ الفاظ کہ "... پس کچھ عورتوں کو متعارف طریقہ سے تعلیم دینا واجب ہُوا ..." ان سے کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ متعارف طریقہ سے مُراد مدارس کا طریقہ تعلیم ہے کیونکہ اس کی تو مولانا رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ نفی فرما دی لہٰذا پڑھائی کا طرز اور نصاب وغیرہ کہ کچھ لڑکیاں کسی حد تک تفصیلی علم حاصل کریں تاکہ دوسری عورتیں ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کر سکیں۔

علاوہ ازیں خود اس کتاب یعنی اصلاح خواتین صفحہ ۲۷۰ پر مولانا رحمہ اللہ کا ایک اور اقتباس مذکور ہے۔

طریقہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آئیں اور پڑھیں اور حتی الامکان اگر ایسی اُستانی مل جائے جو تنخواہ نہ لے تو یہ تعلیم زیادہ بابرکت ثابت ہوتی ہے اور بدرجہ مجبوری اس کا بھی (یعنی تنخواہ دے کر تعلیم کرانے کا) مضائقہ نہیں اور جہاں کوئی ایسی اُستانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں۔"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواحد

صدر پاکستان جناب فاروق احمد لغاری صاحب کے تعزیّتی خط کا عکس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

Farooq Ahmad Khan Leghari

ISLAMABAD
1411/2/PRESIDENT
16 Muharram 1416 A H
15 June 1995

Mian Abdul Rashid
Jamia Madnia, Canal Park
Lahore

My dear Mian Abdul Rashid,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

It was only the other day that I learnt about the sad demise of your brother, and am taking the earliest opportunity to extend my heartfelt condolences and sincere sympathies to you, and to express my deep sense of shock and grief.

May Allah rest the departed soul in eternal peace and grant you and other members of the bereaved family courage and fortitude to bear this irreparable loss with equanimity. Ameen!

Yours sincerely,

(Farooq Ahmad Khan Leghari)